وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

۴- نومبر ۳۷ء کے امرتسری قاتلانہ حملے کی دوسری یادگار

اہل توحید یہ رسالہ ضرور پڑھیں

رسالہ

پروانے اسی پہ جل کے ہو جاتے ہیں فنا

نور توحید

یہ روشن شمع جو توحید کی ہے

شمع توحید کے جواب میں طائفہ غالیہ کی طرف سے ایک چھوٹا سا ٹریکٹ موسومہ پروانہ تنقید نکلا تھا۔ یہ رسالہ (نور توحید) اس کا جواب ہے

مصنفہ

مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

مع ضمیمہ سوانح ثنائیہ مجملہ مرقومہ مولوی عبد اللہ صاحب ثانی

باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر و پبلشر بماہ اگست ۳۸ء

نمبر ۹ ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں طبع ہوا

محصول فی نسخہ ۹ پائی - محل وصول:- دفتر اہلحدیث امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا شرے برانگیزد کہ دراں خیر ما باشد

عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم

قرآن مجید کا فرمان بالکل صحیح ہے کہ انسان بعض وقت کسی چیز کو اپنے حق میں برا خیال کرتا ہے مگر انجام کے لحاظ سے وہ اسکے حق میں اچھی ہوتی ہے۔

۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ (۴ نومبر ۱۹۳۷ء) کے دن ۴ بجے جو حادثہ امرتسر میں پیش آیا وہ ایسا تھا جس نے تمام ملک کے اطراف میں تہلکہ مچا دیا۔ اہل توحید کے افراد کو خصوصاً حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب پر قاتلانہ حملہ نے سخت صدمہ پہنچایا۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہی صدمہ اشاعت توحید کا ذریعہ بن گیا۔ یہ کس کو معلوم تھا کہ حملہ مولانا پر ہوگا اور مدت کی سوئی ہوئی جماعت میں روح بیداری پیدا ہو جائیگی۔ حملہ کے باعث تبلیغ توحید کا مسلسل سلسلہ شروع ہو گیا۔

رسالہ "شمع توحید" ہزارہا کی تعداد میں شائع ہوا۔ جو تمام ملک کے کونے کونے میں پہنچ چکا ہے۔ جسے اپنے پرائے نے پڑھا۔ اس شمع پر جلنے کے لئے ایک "پروانہ" بصورت جواب سامنے آیا جس نے اہل بدعت کے اندرونی راز کھول دئیے۔ اسکا جواب الجواب ناظرین کے سامنے ہے۔ خدا جانے یہ سلسلہ کہاں تک جائے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مولانا ثناء اللہ کو زندہ ہی اس غرض کیلئے رکھا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں حضرت شاہ شہیدؒ کے علم توحید کو بلند رکھیں جزاھم اللہ خیراً۔ امید غالب ہے کہ حضرت مولانا کے ہاتھوں سے یہ کام کسی حد تک پورا ہو کر رہیگا۔ ناظرین دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مولانا کا سایہ تادیر ہم پر رکھے اور جمعیتہ تبلیغ اہل حدیث پنجاب کی بنیاد مستحکم کرے۔ تاکہ توحید و سنت کی اشاعت مزید اور مکمل ہو۔ واللہ قدیر و بالاجابۃ جدیر۔

خادم محمد عبداللہ ثانی۔ ناظم جمعیتہ تبلیغ اہل حدیث پنجاب۔ از امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے مجھے دیکھئے

(۱) عقیدہ توحید باری تعالیٰ جیسا قرآن شریف میں مذکور ہے اُس پر یقین رکھنا ہر کلمہ گو مسلمان کا فرض ہے۔

(۲) شان رسالت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) بھی جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے اسی طرح اس پر یقین رکھنا ایمان ہے۔ اور ان دونوں عقیدوں میں کمی بیشی کرنا کفر ہے۔ کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ دو مجمل جملے ہیں۔ ان کی تشریح قرآن مجید کے مختلف مقامات سے جو ملتی ہے اس کا مختصر مضمون یہ ہے اللہ اپنی الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ رسالت میں اعلیٰ درجے پر ہیں۔ اس دعوے کی تفصیل ہم نے اپنا رسالہ "شمع توحید" میں کی ہوئی ہے۔ جس کے جواب میں ایک رسالہ "پروانہ تنقید" ہماری نظر سے گزرا۔ گو وہ ایسی طرز سے لکھا گیا ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے مگر ہم بقول "گونگے کی بات گونگے کی ماں سمجھے" اسکو سمجھ گئے۔ اسکو دیکھ کر ہمیں بہت مسرت ہوئی۔ آج سے قریباً چالیس سال پہلے ہم نے "ستیارتھ پرکاش" مصنفہ سوامی دیانند (آریہ گرو) کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر تردیدی اعتراض ایک سو انسٹھ دیکھے تھے۔ جن کو دیکھ کر ہمیں قرآن مجید کی تصدیق مزید ہوگئی تھی۔ جس کے شکریہ میں ہم نے اس کا جواب موسوم "حق پرکاش" لکھا تھا۔ اسی طرح رسالہ "پروانہ تنقید" کو دیکھ کر "شمع توحید" کی صحت پر مزید یقین ہوگیا۔ اسی شکریہ میں "حق پرکاش" کی طرح یہ رسالہ "نور توحید" ناظرین کی خدمت میں پیش نظر ہے۔ خدا قبول کرے

خادم دین اللہ
ابوالوفاء ثناء اللہ

امرتسر

جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ
اگست ۱۹۳۸ء

اصل مضمون

رسالہ شمع توحید" کا خلاصہ مصنف پروانہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دکھایا ہے :-

(اول) یہ کہ حضور علیہ السلام کو درجہ عبودیت سے بڑھا کر پیش کرنا نصرانیت فی الاسلام کا ارتکاب ہے۔

(دوم) یہ کہ علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرنا صرف وہمی عقیدہ ہے۔ جس کی تردید قرآن وحدیث اور خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔

(سوم) یہ کہ استعانت بغیر اللہ گناہ کبیرہ ہے۔ (پروانہ صفحہ ۲

جس طرح مصنف پروانہ نے ہمارے رسالہ کا اختصار دکھایا ہے ہم بھی اس کا اختصار دکھاتے ہیں۔ مگر اسی کے لفظوں میں آپ فرماتے ہیں اور کیا صاف فرماتے ہیں

"جب بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ اپنے صفات میں شریک بنا کر سمیع۔ بصیر۔ اور عالم بنا کر اعزاز بخشتا ہے تو اگر حضور علیہ السلام کو ان صفات عامہ کے علاوہ مخصوص واردات میں اگر اپنے ساتھ شریک فرمالیا ہے تو کونسی بڑی بات قابل اعتراض ہوگی" (پروانہ تنقید ص۱۲)

ناظرین کرام! آپ کو ہم دونوں بھائیوں کا اختلاف معلوم ہو گیا ہوگا۔ ان غالیوں کے نزدیک ابوجہل، نتھا سنگھ، رام دتا وغیرہ انسان بلکہ بلا کتا وغیرہ جملہ حیوانات بھی بوجہ سمیع بصیر ہونے کے خدا کے شریک ہیں۔ (جل جلالہ)

اس کی مزید تشریح اس پارٹی کے آرگن اخبار "الفقیہ" میں یوں کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور یاد رکھیں :-

سنو! اور گوش دل سے سنو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو **بشر** کہنا کفر ہے۔ حضور اول و آخر ہیں اور ظاہر و باطن ہیں۔ اسود احمر کے حاکم ہیں خزانۃ الٰہیہ کے مالک ہیں۔ قاسم نعم الٰہیہ ہیں۔ تمام علوم غیبیہ پر اُس کی نظر ہے۔ سمیع بصیر خبیر ہیں۔ حیات النبی ہیں × رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر اپنے عاشق صادق پکارنے والے کی پکار سنتے ہیں۔ مختار و مالک ہیں۔ آپ کا تصور ہر دم نفع رساں ہے۔" (الفقیہ امرتسر ۷۔ جون ۱۹۲۸ء ص۸ کالم ۲)

نور مصنف "پروانہ" نے جن مخصوص واردات میں آنحضرت کو خدا کا شریک بالامکان لکھا ہے۔ مذکور نامہ نگار "الفقیہ" نے اس عبارت میں اس کا کافی اظہار کردیا جسکے لئے ہم اس کے مشکور ہیں۔ کیونکہ اب ان کا عقیدہ سمجھنے اور سمجھانے میں ہمیں دقت نہ ہوگی۔

ناظرین کرام! یہ ہے گروہ غالیہ کے مذہب کا بیان۔ حنفی دوستو! ہم جانتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں۔ پھر کیا ایسے غلط عقیدے کی تردید یا اصلاح کرنا آپ کا فرض نہیں؟ بحالیکہ یہ لوگ آپ لوگوں کے صنفی برادر حنفیت میں شریک ہونے کی وجہ سے حنفیت کے لئے موجب بدنامی ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں کی ایسی تحریروں سے غیر حنفی یہی سمجھتے ہیں کہ مذہب حنفی یہی ہے۔ شیخ سعدی مرحوم نے ٹھیک کہا ہے ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد ۔ نہ کہرا منزلت ماند نہ مہ را

حق تو یہ ہے کہ غالیہ مسیحیہ اور سناتن دھرمی ہنود کے عقائد کو مثلث کی صورت میں دکھایا جائے تو بالکل مثلث متساوی الاضلاع بن جاتا ہے۔ مسیحی کہتے ہیں مسیح الوہیت کا اقنوم ہے۔ ہندو کہتے ہیں رام اور کرشن وغیرہ پرمیشور کے اوتار ہیں۔ طائفہ غالیہ کا عقیدہ اوپر آپ کے سامنے ہے۔ پس ان

سلہ اس؟

تینوں گروہوں کا مثلث متساوی الاضلاع ایسا بنتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے :-

لطیفہ | حافظ ابن حزم محدث نے اپنی کتاب ملل والنحل میں لکھا ہے کہ رافضیوں میں ایک گروہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نبوت حق علی تھا جبرئیل نے خیانت کر کے محمد (علیہ السلام) کو دیدی۔ اس وجہ سے (فکفروہ[1]) انہوں نے جبرئیل پر کفر کا فتویٰ لگایا۔
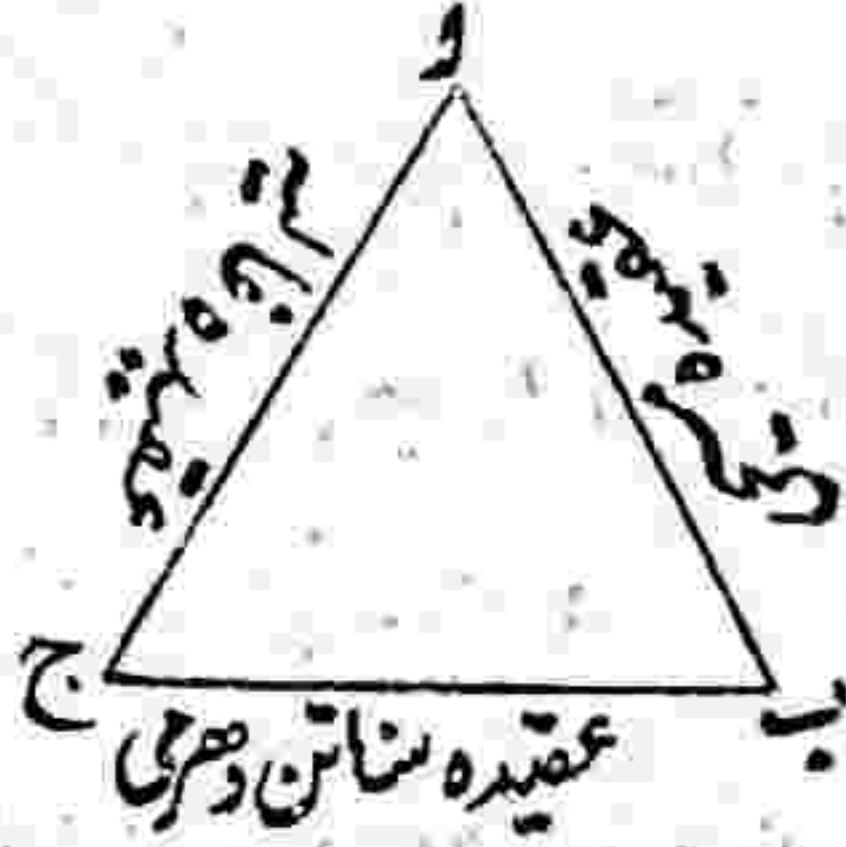
ان بے چارے رافضیوں نے تو ایک سفیر رسالت پر فتویٰ لگایا۔ مگر ہمارے مخاطب گروہ غالیہ نے اس سے ترقی کر کے خدا پر کفر کا فتویٰ کفر لگا دیا۔ کیونکہ سب سے پہلے خدا ہی نے قرآن مجید میں یہ جملہ خبریہ نازل فرمایا :-

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (سورہ کہف)[2]

اس کے بعد معاذ اللہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اس گروہ نے (گویا) کفر کا فتویٰ لگایا۔ کیونکہ حضور نے خود فرمایا ہے :-

انما انا بشر مثلکم انسیٰ کما تنسون (مشکوٰۃ باب السہو)

(میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں)

بلکہ علم عقائد کے اماموں اور مصنفوں پر بھی انہوں نے کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ کیونکہ وہ بھی رسول کی تعریف یوں کرتے ہیں :-

الرسول انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام (شرح عقائد نسفی)

یعنی رسول انسان (بشر) ہے۔ جس کو خدا تبلیغ احکام کے لئے مخلوق کی طرف

[1] ج ۴ جلد ۴ ص ۱۸۳ - منہ [2] کہہ دیجئے کہ میں (رسول اللہ) تمہارے جیسا بشر ہوں۔

بھیجتا ہے :-

ہاں ہاں | صدمہ تو یہ ہے کہ انجمن حزب الاحناف ہند (جس سے مکمل جواب لکھنے کی التماس دیباچہ "پروانہ" میں کی گئی ہے اُس) پر بھی یہ کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ کیونکہ وہ بھی اپنے رسالہ "العقائد" میں لکھتی ہے :-

نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف سے آئے ×جس قدر انبیاء گزرے سب بشر تھے :- (ص $\frac{15}{16}$)

افسوس ان ظالموں کے فتویٰ کفر سے کوئی نہ بچا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے خدا۔ رسول کا بھی لحاظ نہ کیا۔ سچ ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اصل مضمون | مصنف پروانہ نے "شمع توحید" کے مضامین کا خلاصہ تین نمبروں میں بتایا ہے۔ جن میں سے نمبر اول یہ ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام کو درجہ عبودیت سے بڑھا کر پیش کرنا نصرانیت فی الاسلام کا ارتکاب ہے۔ (بالکل صحیح ہے)

اس نمبر پر آپ لکھتے ہیں :-

اس کتاب (شمع توحید) میں تنقیص شان رسالت اور توہین مداحان رسالت کا ارتکاب ضرور کیا ہے۔ (صفحہ ۲)

للہ غور فرمائیے کہ مجیب صاحب نے "شمع توحید" کا خلاصہ نمبر اول جن لفظوں میں بتایا ہے۔ اس میں کوئی ایک لفظ بھی تنقیص شان رسالت کا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ ہاں عبودیت سے بڑھانے کو نصرانیت کہا ہے جو بالکل ٹھیک ہے۔ پس ہمارے ان اخوان یوسف کا مرکزِ نزاع یہ ٹھہرا کہ

حضرت مصطفےٰ احمد مجتبیٰ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت کے دائرے کے اندر تھے یا باہر۔ ہمارا دعوے کا ثبوت قرآن مجید میں بکثرت ملتا ہے۔ منجملہ ایک دو آئتیں لکھتا ہوں۔ جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کو معراج کے موقعہ پر جو قرب الٰہی حاصل ہوا تھا وہ ساری عمر کا نشان اعزازی ہے اس کمال قرب کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ نے **عبد** ہی کا لفظ رکھا ہے۔

پہلی آئت ملاحظہ ہو:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

(پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو شب معراج میں لے گیا)

بتائیے کمال قرب محمدی کا اظہار کس لفظ سے کیا جاتا ہے۔ عبدہ سے (اللّٰھم صلی علیٰ عبدک محمد)

دوسری آئت منکرین قرآن کو جو چیلنج دیا گیا ہے وہ کن لفظوں میں ہے۔ قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں۔ سنئے!

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ

(اے منکرو! اگر اس کلام کے منکر ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسا کلام بنا لاؤ۔

ناظرین! نصاب شہادت کے قانون سے ہم نے دو گواہ صادق مصدوق پیش کر دیئے جن پر فریق مخالف جرح نہیں کر سکتا۔ اس شہادت سے صاف ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عین حالت کمال قرب خداوندی میں بھی "عبد" تھے۔ لہ الحمد!

ہمارے اخوان یوسف (مولف پروانہ اور اسکے ہم نواؤں) کو مدح الرسول کا بہت شوق ہے۔ ہم بھی ان کے شوق میں ترقی کی دعا کرتے ہیں۔ مگر مدح الرسول کو مسیحیوں کی طرح غلو تک پہنچانے سے روکتے ہیں۔ کیونکہ یہ طریق خود ہمارے ممدوح (علیہ السلام) کو پسند نہ تھا۔ یاد کرو وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت کی

موجودگی میں ایک لڑکی نے اپنے بزرگوں کی تعریف کرتے ہوئے مدح نبی میں یہ مصرع کہہ دیا :- وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ (مشکوٰۃ باب اعلان النکاح)
(ہم میں اس وقت ایک نبی ہے جو کل کے واقعات جانتا ہے)
ارشاد نبوی ہُوا :- دعی ھذہ و قولی بالذی کنت تقولین
(مشکوٰۃ باب اعلان النکاح)
اسے چھوڑ اور وہی اپنے بزرگوں کے واقعات گاتی جا۔
بلکہ غالی مداحوں کو غلو سے یوں منع فرمایا :-
لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم انما انا عبدہ فقولوا عبدہ و رسولہ۔ (مشکوٰۃ باب المفاخرہ)
اس حدیث کا ترجمہ مولانا حالی مرحوم نے یوں کیا ہے۔ جزاہ اللہ! ؎

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا	کہ سمجھے ہیں عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا	میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

غالباً یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے اخوان یوسف کا اتفاق ہے کہ مدح الرسول میں غلو کرنا (حد سے بڑھنا) جائز نہیں۔ اس اتفاق کے بعد یہ جملہ بھی متفق علیہ ہے "آنحضرت کے جو اوصاف قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ صحیح ہیں"
پس اس اتفاق کے بعد مصنف پروانہ اور اس کے مدیر کا ظلم و ستم سنئے۔ آپ نے انجمن اہل حدیث امرتسر کے ایک اشتہار کا اقتباس دکھایا ہے۔ اس عبارت کی تصحیح سے پہلے مصنف کی جرأت بتانے کو ہم اس اشتہار (سناتن دھرمی کتھا) سے اصل عبارت نقل کرتے ہیں جو انجمن اہل حدیث امرتسر کی طرف سے نکلا تھا جس کو

ان لوگوں نے بری صورت میں دکھا کر اپنے پروانوں کو شمع پر جلایا۔ اشتہار کی اصل عبارت مع پروانہ کی عبارت کے پڑھئے۔ اور غور کیجئے

اشتہار سناتن دھرمی کتھا

"قرآن کی نص صریح جس (آنحضرت کی) ذات ستودہ صفات کے حق میں ان الفاظ میں وارد ہو۔

(۱) قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۔ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا ۔

جس کی اپنی شان میں یہ خداوندی ارشاد پہنچا ہو۔ لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ

ہاں ہاں جس کی شان میں یہ بھی وارد ہوا ہو۔ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ

جو تکلیف اور بھوک کے وقت پیٹ پر پتھر باندھے[۱] جس کو بخار چڑھے تو دوسروں سے دگنا چڑھے[۲] اور فرمائے کہ مجھے اجر بھی دگنا ملتا ہے۔ جو انتقال کے وقت بڑی تکلیف کے ساتھ رخصت ہو[۳]۔ جو اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو صاف فرمائے[۴]۔ لَآ اَمْلِکُ لَکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ جو اپنی غلامی کا اظہار

پروانہ تنقید

"حضور علیہ السلام کی مدح سرائی کو سناتن دھرمی کتھا سے تعبیر کرتے رہے۔ اور یہاں تک تنقیص رسالت کا ارتکاب کیا کہ ایک اشتہار میں لکھ دیا کہ

وہی محمد جو تمہاری مانند بشر ہو،

جو کل کی بات نہ جانتا ہو

جس کو عذاب کا ڈر ہو۔ جس کو

اپنے انجام کی خبر نہیں جکو

شیطان تکلیف میں پھنسائے

غلطی کرا سکے، بیمار ہو سکے

اور جو یہ کہے کہ محمدؐ تو اپنے

نفع نقصان کا بھی مالک نہیں

اس کو لوگوں سے دوگنا بخار ہوا تھا۔ بھوک سے پیٹ پر

---

[۱] مشکوٰۃ باب ما کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۲] خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۷۱۔ [۳] بخاری شریف باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
[۴] مشکوٰۃ شریف۔ باب الانذار والتحذیر۔

یہاں تک کرے کہ اِنَّمَا اَ کُلُ کَمَا یَاْ کُلُ الْعَبْدُ ۵
جو اپنے انتقال کے وقت وصیت فرما جائے ۱۔
لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ۶
اگر اس بزرگ کی امت اسکو زمین و آسمان کا مالک سمجھے تو وہ مسیحیوں کو کس منہ سے کافر کہہ سکتی ہے۔"

پتھر باندھے تھے۔ یعنی بھوک کی تکلیف کو اپنے سے دور نہ کر سکے۔ جن کا بیٹا تکلیف کے ساتھ انتقال ہوا۔ تنگی موت کو دور نہ کر سکے۔ کیا وہ کسی چیز کا مالک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔"

ناظرین کرام! ان دونوں عبارتوں کو غور سے پڑھیں۔ پروانہ کی جس عبارت پر ہم نے خطوط دیئے ہیں وہ انجمن کے اشتہار (سناتن دھرمی کتھا) میں دکھانے کا غالیہ سے مطالبہ کریں۔ نہ دکھا سکیں تو بتائیں قرآن مجید میں جھوٹ بولنے اور افترا کرنے والوں کے حق میں کیا ارشاد ہے۔ بھول گئے ہوں تو ہم بتائے دیتے ہیں۔ سنئے!
اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ
(بحکم قرآن) کسی پر جھوٹ افترا کرنا بے ایمانوں کا کام ہے)
اشتہار مذکور میں جو واقعات درج ہیں ان کا ثبوت خود اشتہار مذکور میں ساتھ ساتھ درج ہے۔ ناظرین حواشی میں ملاحظہ فرمالیں۔

اخوان یوسف! سنئے اور دل لگا کر سنئے! کانوں سے روئی نکال کر سنئے! سب مدعیان تصوف اور اہل سنت سر جوڑ کر جواب دیں۔
آپ صاحبوں کے گوش حق نیوش تک پہنچا ہوگا کہ آریوں نے ایک رسالہ (ذات مقدسہ کی توہین میں) موسومہ "رنگیلا رسول" شائع کیا تھا۔ جس کی وجہ سے صوبہ پنجاب بلکہ سارے ملک ہندوستان میں وہ چیخ و پکار مچی تھی کہ میدان حشر یاد آتا تھا۔ اس توہینی رسالہ کا جواب "مقدس رسول" کے نام سے کس نے دیا تھا؟

۵ مشکوٰۃ باب فی اخلاق و شمائلہ صفحہ ۳۲۱ مجتبائی
۶ موطا امام مالک رحمہ

نہ جانتے ہو تو سنو! اسی نے دیا تھا جس کو محبان رسول نے اپنی مزعومہ محبت کے جوش میں واجب القتل جان کر ۴۔ نومبر ۳۷ء کے روز قاتلانہ حملہ کر کے شہید کرنا چاہا تھا۔ اور اس کے منہ پر یہ شعر تھا ؎

لست ابالی حین اقتل مسلما ۔ علیٰ ای شق کان فی اللہ مصرعی

جس کا مطلب استاد غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

چند سوال | جی چاہتا ہے کہ پروانہ پارٹی سے چند سوال کر کے مسئلے کو حل کرائیں

(۱) آنحضرت علیہ السلام کسی بشر کے بیٹے تھے؟

(۲) آنحضرت کھاتے پیتے تھے؟

(۳) آنحضرت کی بیویاں تھیں؟

(۴) آنحضرت غسل جنابت کرتے تھے؟

(۵) آنحضرت صاحب اولاد تھے؟

ان سوالوں کے جوابات اگر مثبت ہیں تو پھر بشریت اور عبدیت میں کیا کلام؟

اللھم نشھد ان محمد ا بشر عبدك و رسولك

پروانہ صاحب! | اپنی قابلیت اور سنیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

اگر وہابیوں کے نزدیک آنحضرت بشر ہیں تو وہ درود یوں پڑھا کریں۔

اللھم صلی علیٰ بشرك ۔ (ص ۲)

سچ تو یہ ہے کہ اس لیاقت اور دیانت کے لوگ جو بھی کہیں بجا ہے۔ جن کو خبر نہیں کہ بشر کا لفظ ذو اضافت نہیں۔ اس لئے یہ مضاف نہیں ہوسکتا۔ الا جب اسکو عبد کے لفظ سے تعبیر کریں تو اس وقت بے شک ہم کہیں گے :-

اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ

منطق کی ٹانگ کس نے توڑی؟

میں سچ کہتا ہوں علوم آلیہ میں سے "علم منطق" میرا محبوب ترین علم ہے۔ مصنف "پروانہ" نے ایک سرخی لکھی ہے۔ "مولوی ثناء اللہ نے منطق کی ٹانگ توڑ دی"۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ گروہ غالیہ کی طرف سے آیت اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق میں نے "شمع توحید" میں لکھا تھا:۔

"اللہ تو بذات خود استجابت کا حقدار ہے۔ اس کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط اس میں نہیں۔ رسول کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی بشریت کی۔ دوسری رسالت کی۔ اس لئے رسول کی استجابت کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط لگائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ہر بات ہر حال میں مانو۔ اور رسول کا وہ حکم تم پر واجب العمل ہے جو رسالت کی حیثیت میں ہو۔ اس کی منطقی اصطلاح سمجھنا اور سمجھانا بالکل آسان ہے۔ استجیبوا اللہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور استجیبوا للرسول قضیہ مشروطہ عامہ ہے۔ فافہم ولا تکن من القاصرین۔" (ص ۱۷)

اس عبارت کے اخیر میں جو میں نے لا تکن من القاصرین لکھا تھا یہ فقرہ اہل منطق وہاں لکھا کرتے ہیں جہاں ان کو شبہ ہوتا ہے کہ ہمارا مضمون قاصر الفہم نہیں سمجھیں گے۔ آخر وہی ہوا جو خیال تھا۔ مصنف پروانہ نے اس عبارت پر خوب جلی کٹی سنائیں۔ ان کے الفاظ میں یہ ہیں:۔

"باقی رہا منطقی زد۔ تو اس کی قابلیت بھی قاف قابل سے معلوم ہو چکی ہے کہ جملہ انشائیہ کو قضیہ مشروطہ عامہ بنایا جا رہا ہے۔ حالانکہ منطقی صرف جملہ خبریہ کی بحث کیا کرتے ہیں۔ بالفرض اگر ایک جملہ انشائیہ کو مشروطہ عامہ بنا لیا گیا تھا تو وصف عنوانی کا بیان بھی تو ضروری تھا۔ لیکن تاویل میں اس کی طرف کوئی اشارہ تک بھی موجود نہیں۔

ہم حیران ہیں کہ جب کوئی منطقی جناب کے یہ لفظ دیکھ پائیگا کہ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور وَالرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ قضیہ مشروطہ عامہ ہے؛ تو کیا کہیگا؟ شاید یوں کہدے کہ جناب نے ہاتھی کا نام تو سنا ہؤا ہے مگر شناخت کے وقت ایک لیموں کو ہاتھی بتا دیتے ہیں۔ ورنہ خود ہی بتائیے کہ آیت میں کہاں تاکیدی لفظ موجود ہیں کہ جن سے ضرورت ذاتیہ کا استنباط ہو سکے ۔"

(پروانہ تنقید صفحہ ۹)

نور لاریب اہل منطق جملہ انشائیہ کو قضیہ نہیں کہتے اسیطرح جو مخاطب دانستہ نہ سمجھے اسکو مناظر نہیں بلکہ مجادل کہتے ہیں۔ سنئے :-

اے جناب! میں نے استجیبوا کو قضیہ نہیں لکھا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں قضیہ ضروریہ مطلقہ اور مشروطہ کا مواد موجود ہے۔ کیونکہ اس کا مفاد یہ ہے۔

اللہ مستجاب بالضرورۃ والرسول من حیث الرسالۃ مستجاب بالضرورۃ۔

یہ دو قضیے ان دو قضیوں کی مانند ہیں :-

الانسان حیوان بالضرورۃ	والکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ
ضروریہ مطلقہ	مشروطہ عامہ

میرے اس بیان کا قرینہ خود "شمع توحید" میں ملتا ہے۔ جو یہ ہے :-

"اللہ تو بذات خود استجابت کا حقدار ہے اور رسول بحیثیت رسالت"

اہل منطق تو کلام میں یہاں تک ارتکاب تجوز کر دیا کرتے ہیں کہ العلم صورۃ کی جگہ حصول صورۃ کہہ دیتے ہیں۔ مجھے شبہ تھا کہ پروانہ پارٹی اپنے کمال علمی میں معترض ہوگی اس لئے میں نے بغرض تنبیہ لکھا تھا ولا تکن من القاصرین۔ سچ ہے ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے ۔ دے آدمی کو موت پہ یہ بدادا نہ دے

میرے ایک صنفی برادر نے بھی میرے ایک معقولی فقرہ کی وجہ سے مجھے یتیم فی المنطق

لکھا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے :-

اہل میزان کا اتفاق ہے کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ حالانکہ ضروریہ کی نقیض ضروریہ کے مادہ اور دائمہ کی دائمہ کے مادہ میں بھی متحقق ہو سکتی مگر اہل میزان نقیض بتاتے ہوئے ممکنہ اور مطلقہ ہی کہا کرتے ہیں ؛

(اجتہاد تقلید۔ طبع دوم ص ۱۷)

اس کے متعلق میرا ایک برادر لکھتا ہے :-

مولوی ثناء اللہ صاحب بے چارے منطق میں یتیم ہیں۔ فرماتے ہیں ضروریہ کی نقیض ضروریہ کے مادہ میں اور دائمہ کی نقیض دائمہ کے مادے میں بھی متحقق ہو سکتی ہے ؛ (دراثت)

پس یہ ہے میری منطقی یتیمی کا ثبوت۔

جواب | یہ ہے کہ میری منطق دانی کا ثبوت تو خود اسی فقرے میں موجود ہے۔ کیونکہ میں نے لکھا ہے کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ اور دائمہ کی مطلقہ عامہ ہوتی ہے۔ ہاں میرا یہ قول کہ ضروریہ کی نقیض کبھی ضروریہ کے مادہ میں بھی متحقق ہو جاتی ہے۔ موجب یتم (یتیمی) ہے۔ اس لئے میں دو قضیے ضروریہ برادر موصوف کے سامنے رکھے دیتا ہوں

(۱) کل انسان حیوان بالضرورۃ

(۲) لا انسان حیوان بالضرورۃ

بتائیے یہ دونوں قضیے سچے ہیں یا جھوٹے۔ یا ایک سچا اور ایک جھوٹا۔ پہلی دو صورتیں تو معترض بھی نہ کہیگا۔ تیسری صورت یقینی ہے۔ تو بتائیں ان دو قضیوں میں نسبت تناقض نہیں تو کیا ہے۔ ہاں ہیں یہ بتا دوں کہ میں اہل منطق کی اصطلاح سے بے خبر نہیں ہوں نہ یہ فقرہ لکھتے وقت بے خبر تھا۔ اسی لئے میں نے اہل میزان کا قول پہلے لکھا تھا کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ ہے۔ چونکہ اہل منطق نسبت تناقض وغیرہ بتاتے ہیں اقل درجہ

لیتے ہیں۔ اس لئے ضروریہ کی نقیض ممکنہ اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ اور موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ بتاتے ہیں۔ حالانکہ ضروریہ کا ارتفاع ضروریہ سے اور موجبہ کلیہ کا ارتفاع سالبہ کلیہ سے بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے ثابت ہے۔

ہاں بالغ صاحب! اگر کوئی کہے کہ ہماری پیش کردہ مثال (موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ) میں موجبہ کلیہ کا ارتفاع ہے تو آپ اس کو تیمم کہیں گے؟ آپ خوشی سے تیمم کہئے مگران دو قضایا میں نسبت بتائیے کیا ہے؟!

میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے ان دو قضایا ضروریہ میں اصطلاحی تناقض نہ بتایا تھا۔ بلکہ اصطلاحی تناقض بتا کر مادہ ضروریہ میں اس کا تحقق بتایا تھا۔ ان دو باتوں میں بڑا فرق ہے۔ پس سنئے:-

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

وہابی کا علم نحو اس عنوان کے ماتحت "پروانہ" صاحب نے جو لکھا ہوگا ناظرین بقول "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا" سمجھ گئے ہونگے۔ جس کی ہمیں شکایت نہیں کیونکہ یہ عربی مثال بالکل صحیح ہے۔ "من جہل شیئاً عاداہ"۔ طائفہ غالیہ کی طرف سے خدا اور رسول کی وحدت کا ثبوت اس آیت سے دیا جاتا ہے:-

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (پ۱۰-ع۱۴) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:-

اللہ اور رسول زیادہ مستحق (ہے) کہ اسکو راضی کریں۔

کہتے ہیں ضمیر "ہٗ" مفرد ہے جو دونوں (اللہ و رسول) کی طرف پھرتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول ایک ہی ہیں۔ چنانچہ ان کا ہیڈ واعظ بہاولپوری اپنی تقریر دل

یں صاف کہا کرتا ہے کہ اصل توحید یہ ہے کہ اللہ اور رسول کو ایک جانا جائے،
الگ الگ جاننا ہی شرک ہے۔
میں نے اس آیت کے متعلق کہا تھا کہ تقدیر کلام اس آیت میں یوں ہے :۔

واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ

یعنی دراصل یہ آیت دو جملے ہے۔ ہماری اس ترکیب پر پروانہ سچ مچ جل گیا۔
اس پریشانی میں لکھتا ہے :۔

یہ تاویل دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہابیوں میں اجتہاد اور قیاس تو ٹکے سیر گاجر مولی سے بھی سستے ہیں۔ مگر یقرؤن القران ولا یجاوز تراقیھم (رضا)

نور | اس لئے ہم اپنی ترکیب نحوی کا ثبوت کتب معتبرہ تفسیریہ سے دیتے ہیں۔ پس سنئے صاحب کشاف جو علوم عربیہ خصوصاً علم نحو میں مسلم امام ہیں۔ اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں :۔　　واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ کذالک۔
مفسر بیضاوی۔ سراج منیر۔ یہاں تک کہ صاحب جلالین جو درسی تفسیر ہے۔ یہ ترکیب لکھتے ہیں۔ محشی جمل بر جلالین نے تو بالکل واضح کر کے لکھا ہے :۔

والتقدیر فاللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ فیکون الکلام جملتین۔ (جمل وغیرہ)

نور | پروانہ پارٹی کے ممبرو! یہ تفسیریں تمہارے پاس نہ ہوں تو اپنے مقتدا مولانا آسی کو دفتر "اہلحدیث" میں بھیجدیں کہ وہ ملاحظہ فرمالیں۔ ان کا نام ہم نے اس لئے لیا ہے کہ وہ بلا تکلف کتب بینی کے لئے دفتر اہلحدیث میں تشریف لایا کرتے ہیں۔ ان کی خصوصیت اس لئے بھی ہے کہ وہی تم میں اہل علم ہیں۔ تشریف لائینگے تو ہم ایک مصرع اُن کی نذر کرینگے ؎　چُھپ نہ تو ہم سے کہ او ماہ جبیں دیکھ لیا

مختصر یہ ہے کہ ہم اہل توحید رسول اللہ کو بشر بوصف رسالت مانتے ہیں۔

طائفہ ضالہ حضور کو خدائی اوصاف میں شریک جان کر بشر کہنا کفر جانتا ہے اس لئے ہم ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے عقیدے کی تائید کے لئے التحیات میں سے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کو نکال دیں۔ کیونکہ اس لفظ سے ان کے عقیدے پر سخت زد پڑتی ہے اور وہ ایسا پڑھنے سے کفر میں جا گرتے ہیں۔ اسلئے اسے نکال دیں ؎

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
نُکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگِ گلو باقی

توہین رسول کا نمونہ پروانہ پارٹی کے ممبرو! واقعی اگر تمہارے دل میں عظمت رسول ہے اور واقعی تم توہین رسول پر دل سے خفا ہوتے ہو تو ہم تمہیں توہین رسول کا نمونہ سناتے ہیں اسکو سُن کر ایمان سے فیصلہ دینا کہ توہین کرنیوالے کون ہیں۔ تمہاری جماعت کا ہیڈ واعظ (محمد یار بہاولپوری) کسی خاص غرض کے ماتحت ملتان کے ایک مزار کے سجادہ نشین کے حق میں یہ شعر لکھتا ہے ؎

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتاں
بشکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

یعنی (معاذ اللہ) سید الانبیاء علیہم السلام مدینہ سے چل کر صدر دین ملتانی کی صورت میں آگئے۔ تم اس شعر کو غلط جانتے ہو تو اس پر اظہار ناراضگی کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر صحیح جانتے ہو تو ملتان میں جا کر اس بزرگ کی زیارت کر کے اصحاب رسول کیوں نہیں بن جاتے کیونکہ رسول اللہ کو دیکھنے والے اصحاب کہلاتے ہیں۔ پس یہ سہل نسخہ استعمال کرو اور اصحاب بن جاؤ۔

اف رے ظلم ہائے رے بے ادبی! یہ ہیں اہل سنت اور یہ ہیں اہل تصوف سچ ہے ؎

جامی! چہ لاف مے زنی از پاک دامنی
بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست

علم غیب

"شمع توحید" میں دوسرا مسئلہ علم غیب درج تھا۔ جس کا خلاصہ مصنف پروانہ نے یہ بتایا ہے :۔ علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرنا صرف وہمی عقیدہ ہے جس کی تردید قرآن۔ حدیث اور خود فقہ حنفی میں موجود ہے " اس کے متعلق "پروانہ" کے مصنف نے ہتھیار ڈال دئیے (الحمدللہ!) اسکے الفاظ یہ ہیں :۔

"حضور علیہ السلام کو علم ماکان وما یکون دیا گیا تھا۔ جس کو یوں بھی تعبیر کیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم الاولین والآخرین عطا ہوا تھا۔ اور ان فقرات میں نہ کل کا لفظ موجود ہے نہ جمیع کا لفظ دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ اس میں دوام ثبوت کا بھی اشارہ موجود نہیں۔ کیونکہ یہاں پر اسمیت جملہ موجود نہیں۔ تو پھر آپ لوگ کیوں خواہ مخواہ ان کو غالیہ بنا کر عیسائیوں سے ملا رہے ہیں؟" (پروانہ تنقید ص۱۵)

نور بہت خوب! مطلب یہ ہوا کہ ہمارے زمانہ کے واقعات یومیہ اور آنیہ کا حضور علیہ السلام کو علم نہ تھا نہ ہے۔ اس لئے فقہاء حنفیہ نے معاملات میں آنحضرت کو کسی واقعہ کا گواہ کرنا کفر سمجھا ہے۔ الحمدللہ! اس مسئلہ میں آپ نے حق کو قبول کیا اور علم غیب کے قائلین سے آپ جدا ہوگئے۔ ع۔ شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی

ہاں بتائیے آپ اپنی محترم انجمن حزب الاحناف لاہور کے حق میں کیا کہیں گے جس نے یہ عقیدہ لکھا ہے :۔

زمین وآسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔ (العقائد ص۲۴)

بھائی! شرع میں شرم کیا۔ صاف کہہ دیجئے کہ ایسے لوگوں کے حق میں شیخ ابن ہمام نے "مسامرہ" میں اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص۱۸۵ وغیرہ نے وغیرہ میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

ہاں آپ کی تحریر میں ایک لفظ قابل تشریح ہے۔ یعنی علم الاولین والآخرین۔ اسمیں

لفظ علم مصدر مضاف ہے۔ اس کا مضاف الیہ یعنی الاولین والآخرین اس کا فاعل ہے یا مفعول بہ ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مضاف الیہ مصدر کا فاعل ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جس قدر احکام شرعیہ پہلوں اور پچھلوں کو معلوم تھے وہ خدا نے سب مجھے (آنحضرت کو) سکھا دیئے جیسا کہ قرآنی آیت میں ارشاد ہے:۔

إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

(یہ قرآنی تعلیم پہلے صحیفوں میں یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں موجود ہے)

پروانہ صاحب! اس حدیث کے معنی صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر صحیح ہیں تو اپنے ان بھائیوں کو جو علم غیب کی سند پر اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں حکم دیں کہ اس غلط عقیدہ سے باز آجاؤ۔ ورنہ خدا، رسول اور فقہاء تم پر سخت خفا ہونگے۔

بعد تسلیم ہمارے عقیدے کے پروانہ صاحب نے ہماری پیش کردہ دلیل (آیت قرآنیہ) پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:۔

وہابی کی پہلی دلیل کا حشر (۱) لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ الآیہ میں قیاس استثنائی کی بنیاد ایک قضیہ شرطیہ پر رکھی ہے جو محض عادی اور اتفاقیہ ہے جو کبھی منتج نہیں ہوتا اس لئے ضروری ہے کہ اس مقام پر وہ عنادیہ یا لزومیہ ہو" (پروانہ ص۱۶)

نور ناظرین کرام اور برادران اسلام! للہ غور فرمائیں کہ یہ دلیل جس پر پروانہ صاحب نے اعتراض کیا ہے ہماری ایجاد کردہ ہے یا خدا کی پیش کردہ۔ کچھ شک نہیں کہ یہ آیت قرآنیہ ہے۔ ہم نے تو منطقی اصطلاح میں اس کا مضمون ادا کیا ہے دلیل کو ایجاد نہیں کیا۔

طلباء مدارس عربیہ غور کریں۔ اگر قیاس استثنائی (لو کنت) الآیہ منتج (نتیجہ خیز) نہیں تھا تو خدا نے اس کو پیش کیوں کیا؟ پروانہ صاحب کی منطق سے خطرہ ہے کہ وہ قیاس استثنائی متعلقہ توحید باری تعالیٰ پر بھی یہ شبہ پیدا کر کے توحید پر بھی ہاتھ صاف کر دینگے سنئے توحید کے متعلق ارشاد خداوندی بصورت قیاس استثنائی یہ ہے:۔

لو کان فیھما الھۃٌ الا اللہ لفسدتا

بتائیے اس قیاس میں وہی شبہ نہیں جو قیاس اول میں آپ نے پیدا کیا ہے۔

جناب پروانہ صاحب! قرآن مجید کی نصوص صریحہ منطقیہ میں پہلے بھی کسی مسلمان نے شبہ پیدا کیا جیسا آپنے کیا (ہرگز نہیں کیا) کسی شاعر نے آپ کے حق میں کیا خوب کہا ہے۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

قیاس اقترانی شمع توحید صفحہ ۲۴، ۲۵ پر علم غیب کی نفی قرآنی الفاظ میں بصورت قیاس اقترانی ہم نے بتائی تھی جس کا صغریٰ کبریٰ یوں تھا ؛

اِنَا بَشَرٌ (صغریٰ) ۔ لا بشر یَعْلَمُ الْغَیْبَ (کبریٰ)

پروانہ صاحب فرماتے ہیں :

قیاس اقترانی میں کبریٰ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ آپ نے کوئی ثبوت قرآنی پیش نہیں کیا کہ انسان کو علم غیب نہیں ہوتا۔ (پروانہ صفحہ ۱۶)

جواب معلوم ہوتا ہے کہ کبریٰ پر منع وارد کر کے دلیل طلب کرتے ہیں !

نوٹ :۔ طلب دلیل کو اعتراض کہنا پروانہ جی کی خاص اصطلاح ہے۔

پس اس کی دلیل میں ارشاد خداوندی سنئے !:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط

(یعنی آسمان اور زمین کے رہنے والوں میں سے اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا)

کہئے یہ آیت ہمارے کبریٰ کی دلیل ہے یا نہیں ؟

جناب! قرآن مجید کی تعلیم سے بے خبر ہو کر مذہبی تصنیف کرنے پر کہا جائیگا

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو
کہ آسان نہیں دل لبھانا کسی کا

استعانت من غیر اللہ

شمع توحید میں یہ مسئلہ تیسرے نمبر پر درج ہوا ہے۔ استعانت کے معنی ہیں کسی سے مدد طلب کرنا۔ اس کی تفصیل ہم رسالہ شمع توحید کے صفحات ۳۶ و ۳۷ میں کر چکے ہیں۔ پروانہ کے مصنفین نے اس پر کوئی معقول اعتراض نہیں کیا۔ ہاں جو کچھ کہا ہے وہ خاصکر اہل علم اور اہل طلب کے لئے قابل دید و شنید ہے :

• وہابی کو سارے قرآن کی طرف توجہ دلائی نہیں جاتی	(اوّل) باوجود ایاک نستعین کے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

(دوم) من ذا الذی ینصرکم کے ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم من انصاری الی اللہ۔ حسبک اللہ ومن اتبعک۔ والذین اٰوَوا ونصروا ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ۔

(سوم) یھب لمن یشاء۔ انک انت الوھاب۔ اگر وارد ہے تو ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے کہ لاھب لک غلامًا زکیًا۔ والمدبرات امرا۔ فالمقسمات ذکرا۔ حسب تصریح اسلاف اسلام اس مقام پر نفوس قدسیہ مراد ہیں۔ اسی طرح عالم الغیب کے ساتھ لیعلمہ اللہ بھی موجود ہے۔

(چہارم) حدیث شریف میں وارد ہے۔ استعینوا علی الحوائج بالکتمان اتوسل بک یا محمد یا عباد اللہ اعینونی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ امت مسلمہ کے نزدیک اس قسم کی روایات خلاف قرآن ہیں لیکن اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل حسب تصریح آیات قرآنیہ جائز بلکہ مامور بہ ہے تو خود ایک نبی سے اس کی امت کے لئے توسل کیوں ممنوع ہوگا۔ کیونکہ آیت یحببکم اللہ میں خدائے تعالیٰ نے اتباع رسول علیہ السلام کو اپنی محبت کے استحصال کے لئے واسطہ فی الاثبات بتایا ہے۔ اور واسطہ سفیر محض قرار

نہیں دیا۔" (پروانہ تنقید صفحہ ۲۱ و ۲۲)

نور ہم نے ان آیات کا ذکر رسالہ شمع توحید میں مفصل کیا ہُوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پروانہ صاحب نے شیخ سعدی کا یہ شعر اپنی ذات پر وارد کر کے جگ ہنسائی کا موقع دیا ہے۔

اگر صد باب حکمت پیش ناداں - بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

رسالہ کے ظاہری مصنف سے تو ہمیں گلہ نہیں کیونکہ وہ گلہ کا محل ہی نہیں۔ البتہ اس کے باطنی مصنف سے ضرور گلہ ہے کہ وہ باوجود اہل علم ہونے کے کسی خاص مصلحت سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو اہل علم کی شان سے بعید ہی نہیں بلکہ ابعد ہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے!

استعانت اپنے مفعول بہ کی طرف بغیر صلہ حرف جار کے متعمل ہوتا ہے ہم اس کے دو شواہد قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں۔ (۱) إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (۲) وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔ جہاں اس کے ساتھ حرف جارہ ب آئے تو اس کا مدخول مفعول بہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ذریعہ ہوتا ہے۔ پس اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کے معنی یہ ہوئے کہ لوگو! بذریعہ صبر و نماز خدا سے مدد چاہا کرو نہ یہ کہ خود صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

پروانہ صاحب! آپ نے کبھی صبر اور نماز کو مخاطب کر کے اس طرح مدد مانگی ہے

يَا صَبْرُ اُنْصُرْنِيْ يَا صَلٰوةُ اُنْصُرِيْنِيْ

بھئی! سچ تو یہ ہے کہ اگر تم ایسا کرو تو ہم تمہیں بریلی کا ٹکٹ لے دیں۔

رہی دوسری آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ الآیہ اس سے تو ہماری ہی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کے پہلے یہ الفاظ ہیں۔ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اگر خدا تمہیں ذلیل کرے تو اسکے سوا کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔

آیت اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ بھی ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس میں اللہ ہی يَنْصُرْكُمْ کا فاعل ہے۔ اگر تنصروا پر نظر ہے تو ہم سب اسکے فاعل ہیں۔ پھر تمہاری پارٹی ہم سے مدد کیوں نہیں مانگتی خواہ مخواہ پیروں فقیروں کے دروازوں پر کیوں بھٹکتی پھرتی ہے اور

قبروں پر چڑھاوے چڑھا کر حجر و شجر سے مدد مانگتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تنصروا کا مفعول بہ محذوف ہے۔ یعنی اِنْ تَنْصُرُوْا دِیْنَ اللّٰہِ۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اگر تم (امت محمدیہ) توحید و سنت کی اشاعت کروگے تو خدا تمہاری مدد کریگا اور تم کو حملہ آور دشمنوں کے ٹوکوں (گنڈاسوں) سے بچائیگا۔ چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا جس کا تم لوگوں کو صدمہ ہے اور تم مجسٹریٹ (اے۔ڈی۔ایم) پر بے جا حملہ کرنے سے نہیں رُکے[1]۔ جس پر شیخ سعدی تم کو تہدید آمیز لہجے میں فرماتے ہیں ؎

بمیر تا برہی اے حسود اکیں رنجیست ۔ کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اللہ کے راستے میں میرے دین کی مدد کرو (مقولہ مسیح)۔ آیت حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؁ بھی آپ نے نہیں سمجھی۔ من کا عطف ضمیر (ک) پر ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ

اے نبی! تجھے اور تیرے تابعداروں کو اللہ ہی کافی ہے۔

چنانچہ دوسری آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ اسکی تفسیر کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا خدا اکیلا اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے (بے شک کافی ہے)

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا کے معنی بھی وہی ہیں جو پہلی آیتوں کے ہیں۔

آیت اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ عام انسانی طاقت کے ماتحت ہے جو ہر حاکم وقت کو حاصل ہے۔ ہم بھی کسی بھاگے ہوئے شخص کو اپنے گھر میں پناہ دے سکتے ہیں۔ یہ امر متنازعہ نہیں ہے۔

آیت لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا کی تفسیر "شمع توحید" کے صفحہ ۳۸ پر ہم نے مفصل کی ہوئی ہے۔ جس کو مصنف پروانہ صاحب نے چھوا تک نہیں۔ چھوتے بھی کیونکر پنجہ شیر سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔ ناظرین کے استحضار کے خاطر ہم "شمع توحید" کی وہ عبارت مکرر درج

---

[1] عدالت نے قداح رسول (مولوی ثناء اللہ) کا پہلو بھاری دیکھ کر حملہ آور کو سخت سزا دی۔ (پروانہ ص)

کرتے ہیں :-

"اس موقع پر غالیہ کی طرف سے بطور استدلال یا معارضہ حضرت مریم کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ جبرئیل نے جو انسانی شکل میں آیا تھا مریم کو کہا ۔

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (پ ۱۵-ع ۶)

میں اس لئے تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھے پاک لڑکا ہبہ کروں (بخشوں)

اس استدلال کی تقریر یوں کرتے ہیں کہ جس طرح جبرئیل فرشتہ لڑکا دے سکتا ہے اسی طرح انبیاء و اولیاء بھی دے سکتے ہیں؛

جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا جواب اسی آیت میں مذکور ہے۔ حضرت مریم نے جبرئیل کے جواب میں کہا :- اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (پ ۱۶ ع ۵)

مجھے لڑکا کیسے ہوگا مجھے تو کسی بشر نے چھوا نہیں۔ (یعنی میں کنواری ہوں)

اس کے جواب میں فرشتے نے جو کہا وہ طائفہ عادلہ اور غالیہ میں فیصلہ کن ہے :-

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ

(سُن) تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے۔

مقام غور اور محل انصاف ہے کہ مریم کے استعجاب کرنے پر جبرئیل نے جواب میں اصل مالک متصرف خدا کو پیش کیا۔ ثابت ہوا کہ پہلی آیت میں جو لڑکا ہبہ کرنے کا ذکر ہے اس کا فاعل دراصل جبرئیل نہیں بلکہ جبرئیل کو رسول بنا کر بھیجنے والا خداوند تعالیٰ ہے چنانچہ جبرئیل نے کہا تھا :- اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ - میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا (ایلچی) ہوں (نہ خود مالک و معطی)

ثابت ہو گیا کہ طائفہ غالیہ کا خیال جڑ بنیاد ہی سے غلط ہے" (شمع توحید صث ۳۸-۳۹)

ناظرین! اس تشریح کی موجودگی میں کوئی با انصاف مسلمان استعانت از غیر خدا کے لئے اس آیت کو پیش کر سکتا ہے؟ تماشے کی بات ہے کہ جس شخص (جبرئیل) کو لڑکا

بخشنے والا سمجھا جاتا ہے وہ خود اس کی تردید کر کے پروانہ پارٹی کو سمجھاتا ہے :-

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۔ یعنی اے افراد غالیہ سن رکھو کہ یہ کام خدا ہی کا ہے اور وہی اس کو کر سکتا ہے ۔

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے معنی تدبیر کرنے والے کے نہیں ہیں بلکہ خدائی حکم جاری کرنے والے کے ہیں۔ کیونکہ اصل تدبیر قضائے حکم ہے جسے قرآن مجید نے خاصہ خداوندی قرار دیا ہے غور سے پڑھو! يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ (سورہ سجدہ)

(خدا ہی آسمان سے زمین تک حکم جاری کرتا ہے)

فقرہ استعینوا علی الحوائج بالکتمان معلوم نہیں کیوں نقل کیا گیا۔ اس کا تو ترجمہ ہی پروانہ پارٹی کے رد کو کافی ہے۔ اس کا مفعول بھی مذکور نہیں۔ شاید پروانہ صاحب نے کتمان کو مفعول سمجھا ہے اور اپنے زاویہ خمول میں بیٹھ کر یوں دعا کرتے ہونگے۔ یا کتمان انصرنا علی الوھابیہ۔ کیا ہی مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ مطلب اس عبارت کا (جسکو پروانہ صاحب نے حدیث کہہ کر لاپتہ چھوڑ دیا) یہ ہے کہ لوگو! اپنی حاجتوں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرو (خصوصاً صبح کے وقت)

حدیث اتوسل بك یا محمد بعد ثبوت بھی آپ کو مفید نہیں ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہی یہ ہے کہ یا رسول اللہ میں آپ کے ساتھ ہو کر خدا کا قرب[1] حاصل کرتا ہوں۔ معلوم نہیں اسکو پروانہ نے کیوں نقل کیا۔

فقرہ یا عباد اللہ اعینونی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ اگر ہے تو پروانہ صاحب کا فرض ہے کہ اس کا حوالہ پیش کرے۔ بعد ثبوت صحت حدیث ہم اس کا مطلب یوں بیان کرینگے کہ یہ ان امور کے متعلق ہے جو انسانی طاقت کے اندر ہیں پس یہ مضمون تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے ماتحت ہوا جس کی تفصیل ہم شمع توحید کے صفحات ۳۶/۲۴ میں کر چکے ہیں۔

ہاں پروانہ صاحب نے یہ خوب لکھا ہے کہ :-

[1] التوسل والواسلۃ ھی القرب (قاموس)

اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے تو نبی سے توسل کیوں ممنوع ہوگا

نور | یہ مغالطہ دہی یا مغالطہ خوری ہے۔ توسل اور استعانت میں بڑا فرق ہے۔ توسل سے ہم منکر نہیں کیونکہ اس کی تشریح حدیث میں یوں آئی ہے کہ دعا کرنے والا پہلے خدا کی تعریف کرے پھر نبی علیہ السلام پر درود بھیجے پھر دعا مانگے تو قبول ہوگی۔ بس یہ ہے وسیلہ یا توسل۔ جسکے ہم بھی قائل ہیں۔ استعانت کے معنی ہیں خود مستعان سے طلب کرنا جیسے کوئی مشرک کہے کہ یا رسول اللہ مجھے بیٹا دیجئے۔ اس کے ہم قائل نہیں۔ نہ صرف ہم بلکہ ائمہ مجتہدین اور اصحاب و تابعین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کہنا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے خلاف ہے۔ کسی صوفی صافی نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

چونکہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن خوانی ۔ پس چرا غیر را معین دانی

مختصر | یہ ہے کہ ہمارا مذہب سمجھنے کے لئے کلمہ شہادت (اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہٗ) کافی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی جمیع صفات کاملہ میں وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ (صلعم) اپنی رسالت کاملہ میں متوحد (متفرد) ہیں۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارك وسلم

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

طائفہ غالیہ کا بے جا حملہ

اور

اس کا دفعیہ

(خاکسار محمد عبداللہ (ثانی) ناظم جمعیۃ تبلیغ اہل حدیث پنجاب - امرتسر)

ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر ایک رسالہ "شمع توحید" شائع کیا تھا۔ جس میں مسائل توحید بیان کرنے کے علاوہ مختصر روئداد حملہ بھی شائع کی تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ توحید کے دشمن اس شمع کو بجھانے کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ارباب شوق کی وہ چند نظمیں بھی درج کی تھیں جو انہوں نے اس واقعہ کے متعلق لکھی تھیں۔ فرقہ غالیہ کی طرف سے اس رسالہ کا جو جواب شائع ہوا ہے اس میں مسائل توحید کے متعلق چند شبہات وارد کرنے کے بعد زیادہ زور ان نظموں کی تنقید پر خرچ کیا گیا ہے جو واقعہ حملہ کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں حضرت مولانا کے کارنامے بھی درج ہیں۔ طائفہ غالیہ نے ظاہر کیا ہے کہ اشعار مندرجہ "شمع توحید" میں مولانا ثناء اللہ کی مدح میں نہایت درجہ غلو کیا گیا ہے۔ چنانچہ مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل فقرات لکھے ہیں:-

شاعر نے چند اوصاف نبوت کو بھی اپنے مجدد (مولوی ثناء اللہ) کے سپرد کر دیا ہے۔

ان اوصاف کو ایسے متادب الفاظ میں بیان کیا ہے کہ گویا ایک بڑے رسول کی تعریف کی جا رہی ہے۔ جب مولوی ثناء اللہ کی تعریف کرنے لگ جاتے ہیں تو بات کا تبنگڑ بنا کر ان کو عرش معلیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ شمع توحید میں مجدد امرتسری کو اتنا بڑھایا گیا ہے کہ کسی نبی کی شان بھی ان کے نزدیک اس مدحت سرائی کے قابل نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

رسالہ "پروانہ تنقید" پڑھنے کے بعد ہم نے ان نظموں کا بغور مطالعہ کیا۔ جن سے نتیجہ مذکورہ اخذ کیا گیا ہے تو وہی بات پائی۔

گل است سعدی و در چشم دشمناں خاراست

مذہب اہل حدیث میں میدان تحقیق بہت وسیع ہے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ غیر رسول کی کہی ہوئی یا کی ہوئی بات کی آزادانہ تحقیق کرے۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ پیر جی کچھ کہیں مگر مریدین صُمٌّ بُکمٌ ہو کر سنیں خواہ وہ مرشد کو خدا بتائیں یا رسول کو خدا کہیں مگر مریدین چوں نہ کریں۔ ہم میں سے بڑے اور چھوٹے بفضل خدا صاحب عقل و دانش ہیں۔ خلیفۃ المسلمین اور ادنیٰ غریب مسلمان اعلیٰ درجے کا زاہد اور ادنیٰ درجے کا عابد اس امر میں یکساں ہیں کہ ان کی ذاتی رائے بذاتہا کسی دوسرے پر حجت نہیں۔ اس لئے جو رائے لکھیں گے بفضل خدا آزادانہ اور محققانہ لکھیں گے نہ اس میں کسی نامہ نگار کی رعائت ہوگی نہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا لحاظ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رسالہ پروانہ کا وہ حصہ جس میں شمع توحید پر چند بھونڈے اور بھدّے اعتراضات کئے گئے ہیں اس حصہ کا جواب حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے کمال فراخ حوصلگی سے سنجیدہ تحریر میں لکھ دیا ہے اور ایسی یاوہ گوئی کا جواب احسن الفاظ میں دینا آج اس زمانہ میں مولانا ہی کا حصہ ہے۔ چونکہ اس حصہ کے جواب سے مولانا کی تحریر ہمیں سبکدوش کر چکی ہے اسلئے اس کو نظر انداز کر کے اس سے اگلے حصے کا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔

مصنف پروانہ نے بعض نظموں کا ترجمہ عربی عبارت میں کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مصنف موصوف اس وقت حجاز میں پھر رہے تھے یا بغداد کی گلیوں میں یا حضرت پیر صاحب کے پاس بزعم خود بغرض استمداد پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں پر انہیں لوگوں کو اردو اشعار کا مطلب سمجھانا مشکل ہو گیا اور عربی ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور اگر انہوں نے اپنی عربی لیاقت بتانے کے لئے یہ کام کیا ہے تو اس سے بہتر تھا کہ گھر بیٹھے ہی مشق کرتے تاکہ دنیا کے سامنے

یہ راز نہ کھلتا کہ آپ کی عربی پنجابی ادبی سے زیادہ مزیدار نہیں ہے۔ چنانچہ ایک فقرہ ہم لکھتے ہیں اسی پر غور کریں :۔ مصرع۔ "بقول لین وحکمت بنایا غیر کو اپنا" کا عربی ترجمہ یوں کیا ہے :۔ "جعلت الاغیار من اھلك بلین القول والحکمة" جس کی ضرورت نہ تھی۔ عربیت میں مذاق رکھنے والے غالیہ کے عربی دان کی ادبی کا بھی مزہ لیں۔ بہرحال ہم قابل اعتراض اشعار کو نقل کر کے ہر ایک کا جواب لکھتے ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور حاسدین کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس آتش کی جلن سے نجات دے۔ مصنف نے اس مضمون کو ص۲۳ سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"جب مولوی ثناء اللہ کی تعریف کرنے لگ جاتے ہیں تو بات کا بتنگڑ بنا کر ان کو عرش معلیٰ تک پہنچا دیتے ہیں اور شانِ عبودیت سے نکل کر شانِ مجددیت، امامت اور احیائے اسلام یا تقرب الی اللہ کے تمام مدارج ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ ہے تمہارا اسلام؟ امتی کو بڑھا کر خدا تک پہنچا دینا اور اپنے رسول کو صرف بشر کہہ کر اپنی شقاوت کا ثبوت دینا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

عبارت مذکورہ سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مصنف پروانہ کے نزدیک جس شخص کو شان مجددیت مل جائے وہ شان عبودیت سے نکل جاتا ہے حالانکہ یہ بات بالاتفاق غلط ہے۔ بالکل عیاں بات ہے کہ مجدد بھی بندے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد کہا جاتا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ شان عبودیت سے نکل چکے ہیں۔ کاش ہمارے پروانہ صاحب حدیث من یجدد لھا دینھا پر غور کر لیتے تو پھر سمجھ آجاتی کہ یجدد کا اسم فاعل مجدد ہے۔ پھر یقیناً اس کو عبودیت سے خارج نہ کہتے۔ پروانہ صاحب عربی دان تو بہت ہیں اُردو دانوں کو اُردو سمجھانے کے لئے اس کی عربی بنا کر پیش کرتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ مجدد کے معنی کیا ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ مجدد وہ ہوتا ہے جو شان عبودیت سے نکل جائے تو حدیث رسول علیہ السلام کا یہ مطلب ہوگا کہ خدا تعالیٰ ایسی ہستیاں بھیجا کریگا جو شان عبودیت

سے نکلی ہوئی ہونگی تو پھر کیا ہونگی یہ آپ ہی بتائیں گے۔

صفحہ ۲۴ پر مجددیت کے دعویٰ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے :-

(الف) اس کی مدح و ثنا خدا نے ہر جگہ پھیلائی ہے۔ مجدد مائۃ حاضرہ ہے امام الزمان ہے۔ اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہے۔ شہرۂ آفاق ہے۔ جلال موسوی کا بروز۔ اخلاق احمدی کا نمونہ؛ (پروانہ تنقید صفحہ ۲۴)

اصل عبارت شمع توحید میں یوں تحریر ہے :-

"جس کی مدح و ثنا اللہ نے ہر جگہ پھیلا دی ہے۔ جو اس صدی کا مجدد ہے۔ جو اپنے زمانہ کا علم دینی و فن مناظرہ میں امام ہے۔ وہی جو مجسم اخلاق ہے۔ وہی جو شہرہ آفاق ہے وہی جو فراعین بدعت کے لئے جلال موسوی کو جمال محمدی کی صورت میں لایا ہے۔ وہی جس نے دجاجلہ زمان کے لئے ضرب مسیحی کو اخلاق احمدی کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ وہی جس نے جالوت شرک پر داؤدی حربہ کو مصطفائی شیریں کلامی سے مبدل کر دیا ہے۔ وہی جس کے زخمی ہونے سے سارے ہندوستان کے سچے مسلمان تڑپ اٹھے ہیں۔ وہی جس کے زخم سر نے اسکی سرداری پر مہر صداقت لگا دی۔ وہی جس کے قطرہائے خون نے جماعت موحدین پر زندگی کا آبحیات چھڑک دیا ہے۔ آہ! اگر وہ شہید ہو جاتا تو جماعت کی جان نکل جاتی۔ اسی کو یاد کر کے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ

تو اگر کشتہ شدی آہ چہ شد حالتِ ما" (شمع توحید صفحہ ۴۳)

ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ عبارت منقولہ میں کونسا لفظ خلاف شرع ہے۔ مجدد کا جواب تو ہو چکا شاید امام الزماں پر ناراضگی ہو۔ مگر ہم صاف کہیں گے کہ ناقل نے بہت بڑی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا یوسف صاحب فیض آبادی نے کچھ مدحیہ الفاظ مولانا کے لئے تحریر کئے تھے جو حدود شرعیہ کے اندر ہیں۔ ان میں سے الفاظ ذیل بھی ہیں:

"وہ اپنے زمانہ کا علم دینی و فن مناظرہ میں امام ہے"

پروانہ صاحب نے بہت چالاکی سے مضاف الیہ (فن مناظرہ) کو حذف کر کے اپنی طرف سے "زمان" مضاف الیہ بنا کر "امام الزمان" لکھ دیا ہے۔ اپنے نوشتہ پر جو چاہیں اعتراض کریں "بر کلہ خود باید زد" کا مصداق ہوگا۔

حملہ کی تاریخ کو یوم تبلیغ منانے کی تجویز جماعت کے درد دل رکھنے والے اصحاب میں سے ایک صاحب مولوی محمد یوسف صاحب فیض آبادی ہیں۔ انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب پر حملہ کی واردات کو سن کر قوم کو دعوت دی کہ اس صدمہ ناگہانی پر قوم کے افراد جمع ہو جائیں اور جماعت کی تنظیم کریں اور یہ تجویز بھی لکھی کہ

"جس تاریخ حضرت مولانا زخمی ہوئے ہیں (۲۹۔شعبان) ہمیشہ کے لئے یوم التبلیغ بنایا جائے"

یہ ایک انفرادی رائے ہے جو مذہبی غرض سے ایک فرد نے قوم کے سامنے رکھی ہے۔ نہ اس کو عملی جامہ پہنایا گیا اور نہ کسی صاحب نے اسکی تائید کی۔ مگر پروانہ صاحب بحکم (قبل از مرگ واویلا) اس پر آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ اور اس کا نام "یوم زخم" تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل محرک کے الفاظ میں یہ تجویز نہیں کہ یوم زخم منایا جایا کرے۔ مگر پروانہ صاحب شمع پر چلے جا رہے ہیں اور لکھتے ہیں :-

یوم وفات نبوی تو بدعت ہے اور یوم زخم مشروع اور کار ثواب ہے ؛

ہاں صاحب یوم وفات نبوی منانا بدعت ہے اور وہ آپ کی بدولت بدعت ہے۔ یوم وفات کو آپ شرعی امر جانتے ہیں اور نہ ماننے والے کو گنہگار۔ بلکہ شان رسول کا منکر قرار دیتے ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ سارا جہان اگر ۲۹۔شعبان کو بجائے تمام دن تبلیغ کرنے کے ایک لحہ بھر بھی محرک کی تجویز کے مطابق تبلیغ نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔

اب اگر آپ کو شرم ہوگی تو آئندہ یوم زخم (جو آپ کی اختراع ہے) کا نام نہ لیں گے۔ اور اسے یوم میلاد کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہ کرینگے۔

صفحہ ۲۴ پر پروانہ کا سوز دیکھئے۔ لکھتے ہیں :-

"ثنائی ارتقا کا نقشہ بھی کھینچا ہے کہ یہ وہ ہستی ہے کہ جس کے اوصاف معاذ اللہ رسول علیہ السلام سے بڑھ کر یہ ہیں۔ ماحی کفر و ضلالت دشمن بدعت و شرک۔ عالم خبیر اسلامی حملات کے سپر آہنی۔ تمام مخالفین پر غالب۔ رہنمائے اسلام۔ کامل معتبر۔ شرک و بدعت کو زیر و زبر کرنے والا۔ جناب کے مخالف کور و کر ہیں۔ خیرہ سر۔ جاہل۔ فتنہ گر اور ہادی فتنہ ؛

کیا اچھا ہوتا اگر پروانہ صاحب اپنی جدت نہ کرتے اور اشعار ہی نقل کر دیتے۔ جیسے ہم ان کے پیروں کے قصائد مدحیہ بجنسہٖ درج کر دیا کرتے ہیں۔ مگر بجائے اس کے نظم کی نثر بنا کر شائع کرنا ہی بتا رہا ہے ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ - کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اصل بات یہ ہے کہ شاعر نے حضرت مولانا کے کارنامے اپنے رنگ میں بیان کئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا نے کفر و ضلالت کو مٹایا۔ بدعت سے دشمنی رکھی اور باخبر عالم ہیں اور اسلام پر مخالفین کی طرف سے جو حملے ہوتے ہیں آپ ان کا جواب دینے میں وہ کام دیتے ہیں جو تلوار کے سامنے ڈھال دیتی ہے۔

ہم باآواز بلند کہتے ہیں اور خدا کے فضل سے علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مولانا موصوف ان صفات سے متصف ہیں۔ اور یہ وہی صفات ہیں جن سے پہلے زمانہ کے امتی علماء مثلاً امام رازیؒ، امام غزالیؒ موصوف ہوتے رہے۔ سب سے بڑی بات جو پروانہ صاحب کو معلوم ہوئی ہے جس نے اس کو جلا کر خاک کر دیا ہے یہ ہے کہ مولانا موصوف کو مجدد کیوں کہا گیا۔

ہمیں حیرانی آتی ہے کہ یہ لوگ بریلی کے ایک مروج بدعات کو مجدد کہیں اور کھلم کھلا اس کے لئے درود تجویز کریں اور صاف لکھیں :-

اللھم صلی علی المولی الھمام امام اھل السنة مجدد ملة رسول اللہ وارث علوم رسول اللہ سیدنا اعلیٰ حضرة الشیخ عبد المصطفیٰ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(شجرہ حشمت احکام شریعت حصہ دوم ص۹۱)

کیوں پروانہ صاحب ہم نے اگر ایسے شخص کے حق میں مجدد لکھ دیا تو کیا جرم کیا جس نے جب قرآن مجید پر تقریباً تین سو اعتراضات ہوئے تو سب کا بطریق احسن جواب دیا۔ عیسائیوں نے "عدم ضرورت قرآن" لکھی تو اس نے خدمت اسلام میں اپنی ہمت صرف کی۔ خدا کے سچے رسول کی توہین میں مخالفین نے سب سے زہریلا رسالہ "رنگیلا" لکھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرنے میں تمام ہندوستان کے علماء سے پیش قدمی کی۔

آپ تو ایسے شخص پر پیغمبروں کی طرح درود پڑھیں جس نے خلاف اسوہ رسول بدعات کی ترویج دی، شرکیہ عقائد کو مسلمانوں میں جاری کیا۔ اور ہم اگر خادم دین رسول اللہ کو جس نے تمام عمر خدمت اسلام میں صرف کردی مجدد لکھ دیں تو موردِ الزام ہوں۔ سچ ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام ۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اب ہم وہ تمام اشعار "شمع توحید" سے نقل کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں جن کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے:۔ ؎

ماحی کفر و ضلالت دشمنِ بدعات و شرک ۔ بوالوفا سا خادمِ اسلام عالم باخبر
اس زمانہ میں کہاں اُن سا مناظر ہند میں ۔ رہ نما اسلام کے وہ ہیں نہایت معتبر
جانتے ہیں خدمتِ اسلام ایسے فعل کو ۔ وہ تو جاہل ہے مگر ہیں اُسکے ہادی فتنہ گر

دشمن اسلام کے ہیں اسلام کے پیرو کہاں
کرتے ہیں اسلام کو بدنام ایسے خیرہ سر

بوالوفاء مولوی ثناء اللہ ۔ آپ پر حق کی ہو مہربانی
خدمتِ اسلام آپ کا ہے کام ۔ کیوں نہ ہو آپ کی قدردانی
آپ تو ہیں مناظرِ اسلام ۔ کفر نے ہار آپ سے مانی

نام سے کفر آپ کے خائف — دَبدَبہ آپ کا ہے سلطانی
ذات ہے آپ کی حمیدہ صفات — اور اخلاق بھی ہیں لاثانی
ایک تقریر آپ کی شیریں — جس سے حاصل ہو نورِ ایمانی
آپ کے سر سے خون تھا جو بہا — راہِ مولا میں تھی یہ قربانی
جو کہ مومن پہ حملہ آور ہو — کب رہی اس کی پھر مسلمانی
کفر کی پھونک سے نہیں بجھتی — حق کی ہووے جو شمع نورانی

اے کہ تو نے خون اپنا نذر مولا کر دیا — ہو کے زخمی سب مسلمانوں کو زندہ کر دیا
مذہب باطل کی کمزوری نمایاں ہو گئی — دین برحق کی صداقت کو ہویدا کر دیا
ہندو ازم کی کتھاؤں کا بکھیرا تار و پود — حق پرستوں نے اسے مکڑی کا جالا کر دیا
تیرے سر کے زخم نے اے سردار اہل حدیث — تیری سرداری کو عالم آشکارا کر دیا
تیرا ہر اک قطرۂ خوں بن گیا آب حیات — جس نے امرتسر کو اک امرت کا دریا کر دیا
جگ میں پھیلا دی تری مدح ثناء اللہ نے — خلق میں تیری وفاداری کا شہرا کر دیا
ابن مُلجم کی شقاوت پھر ہوئی ہے آشکار — شیرِ حق پر جس نے امرتسر میں حملہ کر دیا

وار تجھ پر کیا ہُوا اے علم کے روحِ رواں
سارے ہندوستان میں اک حشر برپا کر دیا

تصویرِ شریعت ہیں مولانا ثناء اللہ — تنویرِ ہدایت ہیں مولانا ثناء اللہ
عالم بھی ہیں فاضل بھی ہر فن میں ہیں کامل بھی — وہ خضرِ طریقت ہیں مولانا ثناء اللہ
اخبار کے حافظ ہیں مذہب کے محافظ ہیں — اک زندہ کرامت ہیں مولانا ثناء اللہ
اسلام کے خادم ہیں، مقبولِ اعاظم ہیں — اس وقت غنیمت ہیں مولانا ثناء اللہ
توحید کے حامی ہیں، مذہب کے پیامی ہیں — اسلام کی عزت ہیں مولانا ثناء اللہ
تکلیف میں صابر ہیں، آرام میں شاکر ہیں — وہ عاشقِ سنت ہیں مولانا ثناء اللہ

ہے سینہ بے کینہ، اخلاص کا آئینہ	تفسیر محبت ہیں مولانا ثناء اللہ
تصویر صداقت ہیں، مرأۃ شریعت ہیں	اللہ کی رحمت ہیں، مولانا ثناء اللہ
اللہ رکھے دائم، اللہ رکھے قائم	مُسلم کی حمایت ہیں، مولانا ثناء اللہ

(شمع توحید از صفحہ ۴۵ تا ۵۰)

ناظرین با انصاف خود ہی پڑھ کر بتائیں کہ کونسا ایسا لفظ ہے جس میں غلو کیا گیا ہے
بات اصل یہ ہے کہ پردانہ جی مع اعوان و انصار حسد کی آگ میں جل بجھ گئے ہیں کہ ہم نے تو اہل اسلام کے مقتدا اور دین کے سچے خادم باوفا ابوالوفاء کو ذلیل کرنے کے لئے بلکہ دنیا سے ختم کرنے کے لئے ایک سرپھرے نوجوان کو کھڑا کیا تھا مگر یہ معاملہ اُلٹ ہو گیا۔ دنیا کے کل مذاہب آریہ، سناتنی، عیسائی وغیرہ کے سنجیدہ لوگوں نے اس فعل کو نہایت ہی بُری نگاہ سے دیکھا اور کشتہ بے گناہ کی شان دو بالا ہو گئی اور ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔ بس یہی وہ چیز ہے جو طائفہ غالیہ کو بحکم اِنْ تُصِبْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ اچھی نہیں لگتی اور محض اپنے دلی بغض کو دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الفاظ مدحیہ کو مسخ کر کے رسالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم ان الفاظ کی فہرست ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جو تمام شمع توحید میں ان کو نہ ملیں گے مگر پردانہ صاحب نے شمع توحید کے ذمہ لگائے ہیں۔

الفاظ منسوبہ	اصلیت
(۱) امام الزمان	(۱) شمع میں یہ لفظ نہیں ہے۔
(۲) جلال موسوی	(۲) مولانا ثناء اللہ کو نہیں کہا گیا۔
(۳) حربۂ داؤدی	(۳) ایضاً
(۴) محی الدین یدبیک	(۴) غلط ہے شمع میں نہیں۔
(۵) بروز اسد اللہ الغالب	(۵) بالکل جھوٹ ہے۔

(۶) پیغمبر مذہب	(۶) شمع میں نہیں ہے۔
(۷) عالم خبیر	(۷) یہ الفاظ بھی شمع میں نہیں۔
(۸) عدم المثل فی الذات والصفات	(۸) ہرگز شمع میں یہ الفاظ نہیں لکھے گئے۔ محض افترا ہے۔
(۹) تلمیذ الرحمٰن	(۹) شمع توحید میں نہیں ہے۔

مصنف پروانہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگاکر یہ ثابت کرنا چاہا کہ اہل حدیث نے اپنے بزرگ کے حق میں ایسے تعریفی الفاظ تحریر کئے ہیں جو حدود شرعیہ کے اندر نہیں مگر ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ وہ ایک لفظ بھی ایسا ثابت نہ کر سکے جو شرعی حد سے متجاوز ہو۔

اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی | ہم نمونۃً کچھ تعریفی الفاظ دکھانا چاہتے ہیں جو طائفہ غالیہ نے اپنے پیروں و بزرگوں و غیر ہم غیر اللہ کے حق میں کہے ہیں پس سنئے ! پیر جماعت علی شاہ کی تعریف یوں کی گئی ہے :۔

"امیر الولائت رئیس الفضیلت — امام الہدیٰ صدر بزم شریعت
کلید در گنج نقد ودیعت — فنا فی الحق و غرق بحر حقیقت
جماعت علی شاہ پیر طریقت

بہ عشق حق و حب محبوب یزداں — چو صدیق و عثماں بہ صدق و باحساں
چو فاروق و حیدر بہ عدل و بہ ایقاں — باوج طریقت مہ نور سلماں
جماعت علی شاہِ اقلیم عرفاں

بہ نظارہ حسن یوسف جمالے — بہ مے خانۂ عشق میر کلالے
بہ انوار توحید بدر الکمالے — بہ محویت حق عدیم المثالے

(رسالہ جماعت امرتسر ص۲۱ بابت نومبر دسمبر ۱۹۲۴ء)

پیر کی تعریف مرید کرتا ہے :۔

ذرا سر کو جھکا دیکھا خدا سے نہ جدا دیکھا ۔ ہے کیا رتبہ جداگانہ جماعت شاہ علی ثانی

فرشتوں نے قبر میں مجھ کو پوچھا تو یہ کہہ دونگا ۔ نہ پوچھو میں ہوں دیوانہ جماعت شاہ علی ثانی

دوسرا مریدیوں خطاب کرتا ہے :۔ ؎

سوال جو یہ محشر میں پوچھینگے تو کہہ دونگا ۔ میں زائر ہوں علی پور کا علی پور والیا شاہا

ایک اور مرید کہتا ہے :۔ ؎

تو اعلیٰ ہے تو اولا ہے میں بندہ ہوں تو مولا ہے ۔ منم چاکر تو سلطانی جماعت شاہ علی ثانی

اور سنئے ! پیر جی کی تعریف ؎

خادم ہیں تیرے سارے جتنے حسیں جہاں کے ۔ یوسف سے تجھ پہ قرباں شیریں مقال والے

(انوار علی پور)

اور سنئے ! پیر پیران کی خدمت میں ۔

اغثنی مرشدا امدد بحالی ۔ تغلبنی ولا تردد سوالی

مناجات موضوعہ ثنائیہ بنانے والو سنتے ہو؟ اور سنو ! ؎

کرو یا مرشد ! مشکل کشایا ۔ شفیعاً مشفقاً حاجت روایا

مددیا غوث صمدانی اغثنی ۔ مددیا ظل سبحانی اغثنی

اور سنو ! آپ کا ہیڈ واعظ (مولوی محمد یار بہاولپوری) معرفت کا پتلا، حب رسول کا دعویدار، اپنے مرشد کے حق میں کہتا ہے ؎

بلطف پاک موسیٰ قبلہ محبوب سبحانی ۔ بحمد اللہ کہ بر تخت ولایت صدر دین آمد

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتاں
بشکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمیں آمد

پروانہ صاحب ! دیکھا کیسی صفائی ہے ۔ نہ اپنا تصرف ہے نہ دوسری زبان میں ڈھالا گیا ہے ۔ بلکہ صاف صاف بجنسہ مداحین کا کلام درج کر دیا گیا ہے ۔ اب

ناظرین خود دیکھ لیں گے کہ پیروں کے مرید غلو کرتے ہیں یا اہل حدیث اپنے بزرگوں کے حق میں غلو کرتے ہیں۔

یہ بہت مختصر لکھا گیا ہے۔ خدا نے چاہا تو ہم ایک رسالہ شائع کرینگے۔ جس میں اہل توحید اور اہل بدعت کے عقائد کا مقابلہ کرکے دکھائیں گے کہ کون موحد ہے اور کون غالی۔ اس وقت ہم آپ کے مولانا آسی صاحب کو مخاطب کرکے اس شعر کا مطلب پوچھیں گے ؎

ستعلم لیلی ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمہا

سوانح ثنائیہ

(از محمد عبداللہ ثانی ناظم جمعیتہ تبلیغ پنجاب امرتسر)

"شمع توحید" کے شائع ہونے کے بعد بہت سے احباب نے خواہش کی کہ اس رسالہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب مدظلہ کی سوانحمری بھی بالاجمال شائع ہو جاتی تو اچھا تھا۔ اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا کہ احباب کی درخواست معقول ہے تو آپ نے بالاجمال واقعات لکھوائے جو آپ کی زبانی درج کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

میری (ثناء اللہ) کی پیدائش امرتسر پنجاب کی ہے میرے والد مسمی خضر جو اور تایا مسمی اکرم جو علاقہ ڈور تحصیل اسلام آباد ضلع سری نگر کشمیر سے پشمینہ کا کاروبار کرنے امرتسر آئے تھے۔ کشمیری اقوام میں ایک گوت منٹو کہلاتی ہے جو وہاں برہمنوں کی ایک شاخ ہے۔ اسی گوت سے ان کا تعلق تھا۔ میری عمر ساتویں برس میں تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا تایا صاحب بھی فوت ہو گئے۔ بڑے بھائی ابراہیم مرحوم رفوگری کا کام کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے یہ کام سکھایا۔ چودھویں سال میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ والد مرحوم کی اولاد ہم (تین بھائی ایک بہن) چارکس تھے۔ دونوں بھائی بے اولاد فوت ہو گئے بہن کی اولاد ایک لڑکی ہے جو اب تک زندہ ہے اور اولاد در اولاد بھی کافی رکھتی ہے۔ چودھویں سال میں مجھے پڑھنے کا شوق ہوا۔ ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر کے پاس پہنچا۔ دستکاری (رفوگری) کا کام بھی کرتا اور مرحوم سے سبق بھی پڑھا کرتا تھا۔ "شرح جامی"[1] اور "قطبی" تک کتب مولوی صاحب مرحوم سے پڑھیں اس کے بعد بغرض تحصیل علم حدیث استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی

---

[1] مولانا محمد جمال مرحوم امرتسری جو میرے استاد حدیث ہیں فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں میں قرآن مجید حفظ کیا کرتا تھا اور مولوی ثناء اللہ (جو ابھی طالب علم تھے) گرجا گھر بیرون دروازہ رام باغ میں جا کر پادری کی تقریر پر اعتراضات کیا کرتے تھے اور عوام دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔ سچ ہے:- ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ (ثانی)

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ وہاں کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ئہ کا ہے۔ اس کے بعد حضرت شمس العلماء مولانا سیّد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ سند مذکور دکھا کر آپ سے اجازت تدریس حدیث حاصل کی۔ پھر سہارن پور چند روز قیام کر کے دیوبند پہنچا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول ہر قسم کی پڑھیں۔ کتب معقول میں قاضی مبارک۔ میر زاہد۔ امور عامہ۔ صدرا اور شمس بازغہ وغیرہ اور منقولات میں ہدایہ، توضیح تلویح، مسلم الثبوت وغیرہ ریاضی میں شرح چغمینی وغیرہ بھی پڑھیں اور دورہ حدیث میں بھی شریک ہُوا۔ استاد پنجاب کا درس حدیث اور اساتذہ دیوبند کا درس حدیث ان دو میں جو فرق ہے اُس سے فائدہ اٹھایا دیوبند کی سند امتحان میرے لئے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔

مسرت آمیز واقعہ ایک واقعہ ایسا مسرت آمیز ہے کہ میں اپنی عمر کی کسی حالت میں نہیں بھولا اور نہ بھول سکتا ہوں بلکہ جب کبھی معاصرین کے نرغے میں دل تنگ ہوتا ہوں تو وہ واقعہ مجھے فوراً دل شاد کر دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مدرسہ دیوبند میں ان دنوں حضرت مولانا محمود الحسن اعلی اللہ مقامہ مدرس اعلیٰ تھے درس کی ہر کتاب پڑھتے ہوئے میں بے باکانہ جرأت سے اعتراض کرتا۔ مولانا مرحوم کا بہت وقت خاص مجھ پر خروج ہوتا۔ جب میں نے آخری ملاقات کر کے رخصت چاہی تو فرمایا:-

طلباء تمہاری شکائتیں بہت کرتے تھے کہ پوچھنے میں وقت بہت ضائع کرتا ہے۔ ہم کہتے تھے کہ کوئی طالب علم پوچھنے والا ہو تو پوچھے اسکے سوالوں میں صحیح سوال ہوں یا غلط کچھ پوچھے تو سہی۔ تمہیں بھی خوش ہونا چاہئے جسے خدا کچھ دیتا ہے اس کا حسد ہوتا ہے۔

یہ سُن کر میری آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں اور اس شعر کا مضمون زبان پر جاری ہُوا ؎

دیدہ ام در غنچگی چندیں جفائے باغباں ۔ بعد گل گشتن نمیدانم چہ گل خواہد شگفت

گوشۂ طالب علمی سے نکل کر عالمانہ میدان میں آیا تو مولانا محمود الحسن مرحوم کے

اس نقرے کو بالکل صحیح پایا۔ چونکہ شغل تصنیف کا غالب آگیا اس لئے بہت پرانا مقولہ من صنف ھدف اپنی صداقت دکھاتا رہا۔ جسکے جواب میں مولانا مرحوم کا رخصتی مقولہ تسلی دیتا رہا۔ ان دنوں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کا معقولات میں بہت شہرہ تھا۔ شوق ہُوا کہ ممدوح سے بھی فیض حاصل کروں۔ کان پور پہنچکر مدرسہ فیض عام میں داخل ہُوا۔ کتب مقررہ کو وہاں درس میں دہرایا گیا۔ مولانا احمد حسن مرحوم تھے تو بریلوی عقیدہ کے مگر طلباء کے حق میں کوئی تقلید پسند نہ کرتے تھے۔ کان پور کے مدرسہ میں کتب حدیث کے درس میں بھی شریک ہُوا۔ وہاں کی تعلیم حدیث تیسری قسم کی پائی۔ غرض علم حدیث میں مَیں نے تین مختلف درسگاہوں سے فائدہ اٹھایا۔ خالص اہل حدیث (وزیر آبادی) خالص حنفی (دیوبندی) بریلوی عقیدہ (کانپوری) غفر اللہ لھم۔ کان پور میں طلباء ثمانیہ (آٹھ) کی دستار بندی ہوئی۔ ان میں میرا نام بھی درج تھا جلسہ عام ہُوا سندیں دی گئیں۔ اسی جلسہ میں ندوۃ العلماء کی عام بنیاد رکھی گئی جو اس وقت بڑی وسیع اشان عمارت میں نظر آتا ہے۔ یہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ سند کی نقل درج ذیل ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الرحیم الغفور ذی الجلال والجمال۔ الحکیم اللطیف الشکور مالک الکمال والنوال۔ الحی القیوم المقدس عن النقص والاختلال۔ الواحد الماجد المنزہ عن التغیر والزوال۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الاعظم۔ ونبیہ الاکرم الذی ھو العروۃ الوثقی۔ فمن اعتصم بھدیہ لا یضل ولا یشقیٰ۔ ومن اعرض عن ذکرہٖ ونبذ امرہٗ وراء ظھرہٖ ففی خزی دنیاہ یبقیٰ۔ وآخرہٗ فی الجحیم یلقیٰ۔ وعلی آلہ وصحبہ الذین سبقونا بالایمان۔ وقاموا بنصرۃ دین الرحمٰن۔ فباؤا بالفوز والرضوان۔ اما بعد فان البراھین القویمۃ۔ والسلاطین المستقیمۃ۔ قد دلت انطوت علی ان التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل لا یحصل الا بالعلوم الحقۃ الحقیقیۃ۔ ولا یتاتی الا بالمعارف الصادقۃ الواقعیۃ۔ وان الامتثال بموجبات الاوامر العالیۃ۔ والاجتناب عن مقتضیات النواھی والزواجر الغالیۃ۔ لا یتیسر الا بالفنون الشرعیۃ الشریفیۃ

والاحادیث النبویة اللطیفة۔ فهی اسنی المفاخر واشرف المناقب۔ و ابهی المطالب و
اعلی المارب۔ کیف لا وقد قال الله تعالیٰ وهو اصدق القائلین۔ فی کتابه المبین لعلهم
یفقهون۔ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ واوحی الی نبیه الکریم علیه
الصلوٰة والتسلیم۔ بالوحی المتلو بالصبح والمسا۔ انما یخشی الله من عباده العلماء۔ والقی
الی رسوله افضل الاصفیاء علیه من الصلوٰة والتسلیم اعلمها ان یبشر الاتقیاء۔ بان
معلم الخیر یدعو له کل شئی حتی الحیتان فی الماء۔ ولذالک شمر المرتاضون عن ساق الاجتهاد
لنیل المراد فی ظلم الدیاجر۔ وشد الساعون المیازر واشتغلوا بتحصیلها فی ظماء الهواجر۔
وارتحلوا عن اوطانهم وفارقوا اصحبة اخوانهم وهجروا لذیذ الطعام۔ وشردوا الطیب المنام۔
وان ممن انتظم فی سلک هذه الفئة الموفقة ورام اللحوق بالسلف الماضین بما تلقاه
وحققه الماهر الکامل والعالم الفاضل الذکی اللوذعی الیهوف الیلمعی المولوی محمد ثناء الله
ابن خضر جو من اهالی امرتسر وقاه الله من الفزع الاصغر والاکبر قد غاص علی فرائد اللآلی
فی ذالک الیم وقد خاض لطلب فوائد الجواهر فی ذلک الخضم۔ فورد بعد وجوب الانجاد
والاغوار۔ وقطع الاطواد والقفار فی بلدکانفور صانه الله عن الدواهی والشرور فی
المدرسة التی اسمها فیض عام حفظها الله عن نوائب اللیالی والایام والتی اعان فیها
اهالی البلد الکرام واعتنی بها وکفلها التجار الفخام سیما الحافظ الٰهی بخش بن محمد حاجی الذی
انغمس فی لجج تنظیمها النهار الابیض واللیل الداجی۔ وقاه الله تعالیٰ عن الحوادث وجعله
منها الناجی۔ فقرأ علی جملة کتب من شروح ومتون۔ ولازمنی فی عدة علوم وفنون۔ و
کذالک اخذ عن غیری علماء جما وبرع فیه ذکاء وفهما فربحت تجارته وجلت
عائدته وعظمت فائدته وامتلذ وطابه۔ وشرف بالانتماء الی العلم انتسابه فلما
رأه اراکین مدرسة فیض عام وقاه الله عن الحوادث ما تعاقب اللیالی والایام اهلا
لان یعذر بالسند ویکرم۔ وجدیراً بان یوقر بما یتشبث به وینعم اتوه السند
احسانه۔ بما اخذته وتلقیته من العلوم الشرعیة النقلیة والفنون العربیة والعقلیة

کما اجازنی بذالك جماعة من الشیوخ الذین لهم فی العلوم رسوخ۔ مقتصراً علی ذکر من له شهرة فی خلق الله وزیادة فضل وخبرة فی علوم الله مولانا محمد لطف الله اطال الله فیوضه وابقاه واوصیه بتقوی الله فانها نور البصائر والقلوب وان لا ینسانی فی دعواته فانی عبد کثیر المساوی والعیوب واسأل الله ان یوفقنی وایاه لصالح الاعمال وان یُجنّبنی وایاه عن قبائح الافعال سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین والحمد لله رب العالمین۔

تفصیل الکتب المقروّة علی هذا

التفسیر المسمی بانوار التنزیل للقاضی البیضاوی۔ والتفسیر المسمی بالجلالین۔ والصحیح الجامع للبخاری۔ والصحیح الجامع للمسلم۔ والسنن لابی داؤد۔ والصحیح الجامع للترمذی۔ والسنن للنسائی۔ والتوضیح والتلویح۔ وشرح السلم للقاضی محمد مبارك۔ والشمس البازغة۔ والصدرا۔ والحواشی الزاهد یه علی الامور العامة۔ وشرح التهذیب للدوانی مع حاشیة الزاهدیه۔ وشرح الجغمینی۔

ختم	ختم
دستخط محمد لطف الله صدر الفضلاء الکرام والممتحن العلام مُہر	المجیز افقر عباده ذی المنن احمد حسن عفا الله عنه سیأته یوم المحن فی تاریخ خامس عشرة من شعبان یوم الاثنین من شهور سنة عاشرة بعد الالف وثلث مائة من الهجرة النبویة علی صاحبها الصلوٰة والتحیة

ختم المنتظم الاعلیٰ

عاصی را الٰہی بخش گویند

میری فراغت کا علم جب میرے استاد اوّل مولانا مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو ہُوا تو انہوں نے ازراہ شفقت مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں بعہدہ اوّل مدرس بلا لیا۔ یہاں پہنچکر

مَیں کتب عربیہ پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد چند دنوں کے لئے ۱۸۹۸ء میں مالیر کوٹلہ کے مدرسہ اسلامیہ میں بعہدہ اول مدرس بلایا گیا۔ آخر وہاں سے پھر امرتسر چلا آیا۔ اس وقت یہاں آنے کے بعد تصنیف کا شغل زیادہ ہو گیا۔ ۱۹۰۲ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال مرزا صاحب قادیانی نے بغرض تحقیق بذریعہ کتاب "اعجاز احمدی" انعامی وعدہ (ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ) پر مجھے قادیان بلایا۔ میں جنوری ۱۹۰۳ء میں مع ہمراہیوں کے قادیان پہنچا۔ میں نے اپنی حاضری کی اطلاع دی تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا کہ میں خدا کے ساتھ وعدہ کر چکا ہوں کہ میں مولویوں سے مناظرہ نہیں کرونگا۔ آخر میں قادیان میں ایک تقریر کر کے یہ کہتا ہوا چلا آیا۔ ع

خود سوئے ما ندید حیا را بہانہ ساخت

اس واقعہ کی تفصیل رسالہ "الہامات مرزا" میں درج ہے۔

نومبر ۱۹۰۳ء میں اخبار "اہلحدیث" جاری کیا۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج (۱۹۳۸ء) تک جاری ہے۔ اور توحید و سنت کی اشاعت میں ہمہ تن کوشاں ہے۔ قیام امرتسر میں مناظرات کی طرف توجہ ہوئی۔ ہر دین اور ہر مذہب والوں سے مناظرے ہوئے۔ خدا کا فضل شامل حال رہا۔ بعض مناظرات میں منصف بھی مقرر ہوئے۔ منصفوں کے فیصلے بھی خدا کے فضل سے میرے حق میں ہوئے۔ مثال کے طور پر دو تین منصفانہ مناظرے لکھتا ہوں۔

امرتسر میں ۱۹۰۳ء ۱۳۲۱ھ میں مسئلہ علم غیب پر علماء احناف (بریلویوں) سے مناظرہ ہوا۔ فریق ثانی کی طرف سے مولوی عبدالصمد خان حنفی امرتسری پیش ہوئے جو اچھے ذی علم تھے۔ منصف مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مصنف "تفسیر حقانی" نے فیصلہ میرے حق میں دیا۔ روئداد مناظرہ مع فیصلہ از جانب فریقین مطبوعہ موجود ہے۔

دوسرا مناظرہ جماعت مرزائیہ سے بمقام لدھیانہ ۱۹۱۲ء میں ہوا جسمیں سرپنچ ایک سکھ وکیل سردار گوربچن سنگھ تھے۔ ان کا فیصلہ میرے حق میں ہوا۔ اور مبلغ تین سو روپیہ (۳۰۰) انعام بھی وصول کیا۔

تیسرا مناظرہ ۱۹۲۸ء میں جلال پور پیروالہ ضلع ملتان میں مسئلہ رفع الیدین پر ہوا۔ جس میں وہاں کے ایک شیعہ رئیس منصف تھے۔ ان کا فیصلہ بھی میرے حق میں ہوا۔

زبانی مباحثے ہر مذہب سے بکثرت ہوئے مگر چند مباحثات بڑے پائے کے ہوئے جن میں ہزارہا حاضرین شریک ہوتے اور کئی کئی دنوں تک تحریری ہوتے رہے۔

۱۹۰۳ء میں دیوریا ضلع گورکھپور میں ایک ہفتہ بھر آریوں سے تحریری مناظرہ ہوتا رہا۔ جس کی روئداد مطبوعہ موجود ہے۔

۱۹۰۴ء میں بمقام نگینہ ضلع بجنور آریہ سے تحریری مناظرہ ہوا جسکی روئداد مطبوعہ مل سکتی ہے

۱۹۰۹ء میں بمقام ریاست رامپور والئ ریاست کے زیر حکم جماعت مرزائیہ سے مناظرہ ہوا۔ جس کے متعلق نواب صاحب والیٔ ریاست نے فیصلے کی شکل میں نہیں مگر سرٹیفکیٹ کی صورت میں مندرجہ ذیل تحریر عنائت فرمائی :۔

نقل سرٹیفکیٹ

۱۸۔ جولائی ۱۹۰۹ء

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہائت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔

(نواب صاحب) **محمد علیخان** (والئ ریاست)

اسی طرح جبل پور میں ۱۹۱۴ء میں آریہ سے بہت بڑے پیمانہ پر مباحثہ ہوا۔ اسکی روئداد بھی چھپ چکی ہے۔ ان مناظرات کے ساتھ فہرست کتب مصنفہ مل سکتی ہے۔ جنکے ذکر کی ضرورت نہیں۔

۱۹۲۳ء میں مرزائیوں سے نکاح آسمانی پر سکندر آباد دکن میں تحریری مناظرہ ہوا۔ سندھ میں کئی مناظرے ہوئے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۲۹ء میں آریوں سے زبردست مناظرہ ہوا۔ ہر دو مناظروں کی مطبوعہ روئدادیں موجود ہیں۔

۱۹۳۴ء میں عیسائیوں نے الہ آباد میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کر کے مسلمانوں کو بہت تنگ کیا۔ آخر انہوں نے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھ کر پُرزور الفاظ میں ضرورت ظاہر

کر کے بلایا۔ مضمون "توحید تثلیث" پر کئی روز مباحثہ ہوتا رہا۔ جس میں ہزارہا لوگ شریک ہوتے رہے۔ اس مباحثے کی روئداد ایم قمر الدین بدر الدین پرفیومرز نمبر ۵۹ چوک الہ آباد نے طبع کرائی ہے۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں میرے قادیانی ورود کے بعد مرزا صاحب سے مکالمہ بذریعہ اخبار و رسائل ہوتا رہا۔ آخر کار مرزا صاحب نے میرے ساتھ مذاکرہ سے تھک کر اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار دیا جس کی سرخی تھی :۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے اپنی تکلیف کا (جو میری تحریرات سے ان کو ہوتی تھیں) ذکر کر کے سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کے لئے دعا کی اور بطور پیشگوئی یہ فقرہ بھی لکھا کہ

اگر میں (مرزا) جھوٹا ہوں تو آپ (ثناء اللہ) کی زندگی میں ہی مرجاؤنگا اگر آپ (ثناء اللہ) جھوٹے ہیں تو مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ یعنی مجھ سے پہلے مریں گے۔

نتیجہ اس کا یہ ہؤا کہ تیرہ ماہ بعد مرزا صاحب کی دعا کا اثر ظاہر ہوگیا۔ کہ مرزا صاحب ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئے۔ جس پر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

ان کے بعد جماعت احمدیہ کے ساتھ لدھیانہ میں انعامی مباحثہ اسی مضمون پر اپریل ۱۹۱۲ء میں ہؤا۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس کی مفصل روئداد مع فیصلہ سرپنچ ہمارے رسالہ "فاتح قادیان"[1] میں مل سکتی ہے۔

خدائی فضل

میں ذکر کر چکا ہوں کہ سات برس کی عمر میں یتیم ہؤا، چودھویں سال تک

[1] قیمت ۶ر ملنے کا پتہ :۔ منیجر اہلحدیث امرتسر

کُل اقرباء سے جدائی ہوگئی۔ غریبی اور بےکسی کی حالت میں فضل ایزدی شامل حال رہا حالت تجرد کے بعد تاہل (شادی) کا وقت آیا۔ ۱۳۱۱ھ میں ایک معزز خاندان میں نکاح ہُوا۔ جس سے اولاد پیدا ہوئی۔ ایک لڑکا، دو لڑکیاں زندہ ہیں۔ سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

مختصر یہ کہ جو کچھ افضال و اکرام ہُوا۔ مَیں اپنے آپ کو اس کا مستحق نہ سمجھا تھا۔ نہ سمجھتا ہوں۔ بلکہ زبان پر جاری ہے ؎

جو کچھ ہُوا ہُوا کرم سے تیرے
جو ہوگا وہ تیرے ہی کرم سے ہوگا

اپریل ۱۹۳۸ء میں میری عمر ستتر سال کی ہوگئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اعمار امتی بین ستین وسبعین وقلما یجوز او کما قال

شاید اس لئے میرے عنائت فرماؤں نے چاہا ہوگا کہ میں اس حدیث کے ماتحت بذریعہ شہادت دنیا سے رخصت ہوجاؤں۔ چنانچہ ۴۔ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک نوجوان کو حُوروں کا وعدہ دے کر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرایا گیا۔ جس کی تفصیل رسالہ "شمع توحید" میں درج ہوچکی ہے۔ مگر قدرت کو منظور تھا کہ میں حدیث کے آخری فقرے میں رہوں۔ اس لئے احباب کی تمنا اور دعاؤں سے زندہ رہا اور ابھی خدا جانے کب تک زندہ رہونگا۔ باوجود اس درازی عمر کے عموماً میرے منہ پر اُستاد غالب کا یہ شعر جاری رہتا ہے۔ ؎

بے صرفہ ہے گذرتی ہو اگرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے

اس قاتلانہ حملے کی یادگار میں ایک بزرگ کی نظم درج ذیل ہے:۔

(صفحہ ۴۸ پر)

نظم متعلق حملہ قاتلانہ

(از مولوی عبدالعزیز صاحب خلف حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ پنجاب)

بعد حمد پاک ذات کردگار / مصطفےٰ پر ہو درود بے شمار

اور اصحاب محمدؐ پر سلام / ہو میری جانب سے ہر دم صبح و شام

نیز ہو آلِ محمدؐ پر مدام / اس کے پیچھے عرض کرتا ہے غلام

اے ثناء اللہ رکھے تجھ کو خدا / ہر بلا سے حفظ میں اپنے سدا

ہند میں تو ناصر اسلام ہے / نصرتِ اسلام تیرا کام ہے

ایک تو ہے حامیٔ دینِ متیں / حملہ آور جب ہوں اس پر اہل کیں

حنفی (رسمی) و مرزائی و چکڑالوی / اور شیعہ رافضی و بدعتی

ان سے جو تیرے مقابل آگیا / امر حق سے وہ ہزیمت کھا گیا

اس لئے تیرے وہ دشمن ہو گئے / کیونکہ اپنی عزتیں وہ کھو گئے

اک اٹھا ان میں سے بے علم و ہنر / ہو گیا آمادہ تیرے قتل پر

میں خدا کا شکر لاتا ہوں بجا / حق تعالےٰ نے لیا تجھ کو بچا

مرنا تیرا مرنا تھا پنجاب کا / موت عالم موت عالَم ہے لکھا

اے ثناء اللہ تجھے اللہ رکھے / دیر تک دنیا میں تو زندہ رہے

تیرا جینا باعثِ برکات ہے / حامیٔ اسلام تیری ذات ہے

بے گماں تو شیر ہے پنجاب کا / شان اعلیٰ تجھ کو اللہ نے دیا

ایسا رتبہ حق نے کیا تجھ کو عطا / حاسد اس کو دیکھ کر کے جل گیا

ونعوذ بالرحمٰن من نار الحسد / انہا الم شدید فی الکبد

اے عزیز اب بند کر اپنی زباں / مار نہ دے تجھ کو کوئی بدگماں

ضمیمہ رسالہ ھذا

(خاص طلباء عربیہ کیلئے)

رسالہ نور توحید ختم ہو چکا تھا کہ فرقہ غالیہ کی طرف سے ایک مضمون رسالہ "انوار صوفیہ" سیالکوٹ میں دیکھنے میں آیا۔ اس مضمون کا ذکر کرنا کچھ ضروری نہ تھا۔ مگر ہم اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ طلبائے عربیہ کے لئے چند لمحات موجب تفریح ہوں۔ راقم مضمون نے زیادہ وقت نظم ہائے مندرجہ "شمع توحید" پر رانڈ رونا رونے میں صرف کیا ہے۔ جس کا جواب مولوی عبداللہ صاحب ثانی کی طرف سے اسی رسالہ میں درج ہے۔ ہم اس مضمون سے اصل مطلب اخذ کر کے جواب دیتے ہیں۔

بشریت رسول | اس مضمون کے متعلق مضمون نگار نے جو کچھ لکھا ہے وہ موجب صد شکریہ ہے۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

بھلا جو لوگ چوبیس ۲۴ گھنٹے کے عرصے میں کئی دفعہ نمازوں میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ پڑھتے ہوں وہ کب کسی ولی[1] کو خدا یقین کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا گروہ نہیں جو خدا اور رسول کو شئے واحد اعتقاد کرتا ہو۔ بھائیوں کا یہ افترا محض ہے۔" (انوار صوفیہ سیالکوٹ بابت جولائی ۳۸ء)

نور | خدا کرے کہ آپ لوگ اس الزام سے بری ہوں۔ مگر میں آپکو ایک رباعی سناتا ہوں جو آپ کے ہیڈ واعظ بہاولپوری اپنی وعظوں میں پڑھا کرتے ہیں۔ غور سے سنئے اور ان سے پوچھئے کہ آپ نے یہ رباعی کس آیت یا حدیث سے یا کس مجتہد کے اجتہاد سے اخذ کی ہے۔

؎ بندرا بن وچ گوآں چرائے ۔ لنکا دہے وچ نا د بجائے
عبداللہ دے گھر جا ٹیدا ۔ مٹن سانھوں کی لوکا ٹیدا

ہاں اپنے آرگن "الفقیہ" سے پوچھئے کہ یہ شعر کس کا ہے اور اسکے کیا معنی ہیں ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر ۔ اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰے ہو کر

---

[1] موقع کلام کا اقتضا ہے کہ ولی کی بجائے نبی ہو۔ غالباً سہو کاتب سے ولی لکھا گیا ہے۔ (نور)

تماں اپنے اُس من چلے پیر بھائی سے بھی پوچھئے جس نے اپنا موحدانہ عقیدہ یہ ظاہر کیا ہے
رسول اللہ کو بشر کہنا کفر ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ)
اگر آپ کہیں کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے تو شیخ سعدی مرحوم اسکے جواب میں فرمائینگے

چو از قومے یکے بے دانشی کرد ۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

بہرحال اس مسئلے میں آپ سیدھی راہ پر آگئے ہیں۔ الحمدللہ! مگر حال کے واقعات بتارہے ہیں کہ ہمارا یہ کہنا آپ کی جماعت پر افترا نہیں ہے بلکہ آپ کے بھائیوں کا ایسا کہنا اللہ اور رسول پر افترا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ سب بھائی یک جا بیٹھ کر کر سکتے ہیں۔

مسئلہ علم غیب اس مسئلے پر ہم نے یہ آیت بھی لکھی تھی:-

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

اس آیت کا مضمون منطقی شکل میں قیاس استثنائی بتایا تھا بایں طور کہ رفع تالی کو کبریٰ بنا کر نتیجہ میں رفع مقدم دکھایا تھا۔ کیونکہ اہل منطق کا اصول ہے کہ "وضع المقدم ینتج وضع التالی ورفع التالی ینتج رفع المقدم"۔ اسی لئے علمائے نحو کا قول ہے "لو لانتفاء الثانی لانتفاء الاول" (شرح جامی۔ مغنی وغیرہ)

عربی زبان کے علاوہ اُردو میں بھی یہ استعمال اسی طرح ہے۔ ایک اُردو مصرع سنئے!

ہوتا میں باغ کا مالی تو گلشن کو لٹا دیتا

انہی معنی میں عرب کا یہ شعر ہے لو کنت من مازن۔ لم تستبح ابلی[1]

مضمون نگار صاحب اسکے جواب میں جو کچھ لکھتے ہیں اس سے عربی مدارس کے طلباء تو نہیں مگر استاد منطق حکیم ارسطو کی روح کو صدمہ پہنچیگا۔ آپ لکھتے ہیں:-

"مَیں کہتا ہوں کہ اس آیت میں مستثنیٰ نقیض تالی نہیں تاکہ مقدم کی نقیض نتیجہ نکلے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی ثابت ہو بلکہ یہاں مستثنیٰ عین تالی ہے اور نتیجہ عین مقدم ہے اور حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہے"۔

(رسالہ انوار صوفیہ صفحہ ۳۲ بابت جولائی ۱۹۳۸ء)

---

[1] اگر میں قوم مازن سے ہوتا (جو بڑی باغیرت ہے) تو میرے اونٹ نہ چھینے جاتے۔ (نور)

پھر اس دعوے کی منطقی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اب قیاس استثنائی کی صورت یہ ہوگی :۔ لوکنت اعلم الغیب (مقدم)۔ ما مسنی السوء (تا[لی])

لکن استکثرت من الخیر وما مسنی السوء[۱] (استثنا عین مقدم)

نتیجہ عین مقدم ہوگا۔ یعنی (اعلم الغیب) لان عین التالی ینتج عین المقدم۔

نور یہ ہے وہ منطق۔ جس پر مضمون نگار کی لیاقت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہماری پیش کردہ مندرجہ ذیل مثالوں کو اس قاعدے سے صحیح ثابت کردیں۔ سنئے!

(۱) ان کان ھذا انسانا فھو حیوان لٰکنّہٗ حیوان۔ کیا اس کا نتیجہ ھذا انسان ہو سکتا ہے۔

(۲) ان کان ھذا حنفیا فھو مسلم لٰکنہ مسلم۔ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ ھذا حنفی

(۳) ان کان ھذا جھنکوی فھو فنجابی لٰکنہ فنجابی۔ نتیجہ یہ ہوگا؟ فھو جھنکوی

کیونکہ آپ نے منطق کا قاعدہ یہ بیان کیا ہے۔ "عین التالی ینتج عین المقدم"۔ مہربانی کرکے اس قاعدے کو ان امثلہ میں جاری کر کے دکھائیے۔ اگر آپ اکیلے نہ کر سکیں تو جامعہ بہاولپور میں جا کر طلباء سے مشورہ کیجئے شاید وہ آپ کی کچھ رہنمائی کر سکیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے یہ مضمون لکھ کر اپنے بزرگ جناب مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ بہاولپور کو دکھلا دیا ہوتا تو آج آپ مضحکۂ صبیان نہ بنتے۔ میں یہاں قرآن مجید سے قیاس استثنائی کی چند مثالیں اور سناتا ہوں ان میں بھی وضع تالی کر کے ان کو حل کرا لائیگا۔ غور سے سنئے :۔

(۱) لَوْ کَانَ فِیْہِمَا اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا۔

(۲) لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔

(۳) لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ

ان تینوں قضایا استثنائیہ میں وضع تالی کا قاعدہ جاری کر دیجئے تو دہریوں، آریوں اور مسیحیوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

لطیفہ گروہ غالیہ کہا کرتا ہے کہ اہل توحید قل اعوذیئے ہوتے ہیں ان کو علوم عالیہ میں دخل نہیں ہوتا۔ ان کا مبلغ علم ہدایت النحو تک ہوتا ہے۔ ناظرین یہ مضمون اور پروانہ کا منطقی اعتراض دونوں کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ قل اعوذیہ کون ہے۔ ہم سے پوچھیں تو ہم ان

[۱] ھکذا وجد غالبًا سہو ہے۔ صحیح عین تالی ہے۔

دونو گروہوں کو سامنے رکھ کر نتیجہ اس شعر میں بتاتے ہیں ؎

کامل اُس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی - جو ہوئے کچھ تو یہی رند قدح باز ہوئے

اسی بحث کے ضمن میں آپ نے اپنی تائید میں حاشیہ جمل کا حوالہ دیا ہے۔ اسکے متعلق بھی ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ آپ نے اُسے نہیں سمجھا کیونکہ وہ آپ کی تردید میں ہے جسے آپ تائید سمجھے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :-

"حاشیہ جمل میں خازن سے نقل کیا ہے "ویحتمل ان یکون قال ذالک قبل ان یطلعہ اللہ تعالیٰ علیٰ علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول الی اخرہ (ترجمہ) اس آیت میں احتمال ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس وقت ہو کہ ابھی آپ جمیع غیب پر مطلع نہ کئے گئے ہوں - اور جب آپ کو اللہ عز وجل نے مغیبات پر آگاہ فرمادیا جیسے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے " فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول" تو آپ نے غیوب سے خبریں دیں " (انوار الصوفیہ سیالکوٹ ص۳۰، ۳۱ اگست ۳۸ء)

نور اس قول کی تشریح یوں ہے کہ اس کے قائل نے ہماری طرح اس آیت کو قیاس استثنائی برفع التالی سمجھ کر نتیجہ میں رفع مقدم پایا تو اسکو خیال ہُوا کہ یہ سلب کلی (نفی عام) احادیث صحیحہ اور آیت ثانیہ (لا یظہر علیٰ غیبہ) کے خلاف ہے کیونکہ اُن سے فی الجملہ علم غیب ثابت ہوتا ہے اس لئے اس نے اس کا حل یوں سمجھا کہ یہ آیت جس میں سلب کلی کے معنی ہیں پہلے ہے اور احادیث واردہ اور آیت ثانیہ پیچھے ہے۔ یعنی اس آیت میں سالبہ کلیہ ہے اور آیت ثانیہ میں موجبہ جزئیہ ہے۔

یہ ہے اس کی تطبیق جو کسی طرح ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہمارے قضیے کا موضوع وہ علم غیب ہے جس کا ثبوت قرآنی الفاظ میں ہم نے رسالہ شمع توحید ص۲۳ میں دیا ہُوا ہے۔ غور سے سنئے۔ ارشاد ہے :- وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

یعنی علم غیب کے خزانے خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا اس

عہ غالیہ مراد ہے۔

(خدا) کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ جنگلوں اور سمندروں کی چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ کوئی پتا بھی گرے تو اس کو بھی جانتا ہے۔ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں ہو اسکو بھی جانتا ہے۔ کوئی پتا تر ہو یا خشک اس کے روشن علم میں ہو کر لوح محفوظ میں ہے۔"

یہ ہے وہ علم غیب جس کو ہم خاصہ خدا سمجھتے ہیں۔ یعنی جمیع مغیبات کا علم۔

اور اخبار غیبیہ کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ وہ بقول حضرت خضر علیہ السلام سمندر سے ایک قطرہ ہے جو چڑیا اپنے منہ میں اٹھا لیتی ہے (صحیح بخاری) آیت الا من ارتضیٰ من رسول کا مصداق بھی یہی ہے۔ پس جمل اور خازن میں جو قول محتمل کے ساتھ منقول ہے وہ رفع تالی کی بنا پر ہے جو ہم نے کہا ہے نہ کہ وضع تالی کی بنا پر جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ ورنہ "قیل" کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ فافہم ولا تکن من القاصرین ۵

(نوٹ) اس مضمون کے لکھنے والے مولوی قطب الدین صاحب جھنگوی ہیں جو ایک دفعہ موضع بدھوانہ ضلع جھنگ میں مسئلہ تقلید شخصی پر گفتگو کرنے کے لئے جناب مولوی غلام محمد صاحب بہاولپوری کی طرف سے میرے مقابل پیش کئے گئے تھے۔ اس مناظرہ کی شہادات میں دو غیر جانب دار معتبر گواہ (۱) ڈاکٹر نور حسین صاحب کربلائی شیعہ (۲) مولوی محمد حسین صاحب امام جامع مسجد احناف جھنگ خاص قابل ذکر تھے۔ جن کی تحریرات اُسی زمانے شائع ہو گئی تھیں۔ اس مناظرہ میں آپ اُس سے زیادہ فتح یاب ہوئے تھے جتنا فاضل بہاول پوری منڈی تاندلیانوالہ ضلع لائل پور میں "تقلید شخصی" کے مناظرے میں۔ اور جلال پور پیروالہ ضلع ملتان میں "رفعیدین" کے مناظرہ میں میرے مقابل فتحیاب ہوئے تھے۔ ان تینوں مقامات کی تحریریں موجود ہیں۔

لولا غرابت المقام لاتیت بھا

ہاں میں دعا کرتا ہوں کہ آپ دونو کو خدا ان مذکورہ فتوحات سے زیادہ فتح نصیب کرے۔

مناظرہ بدھوانہ کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ :-

علماء کی جماعت نے مسرت اندوز ہو کر مجھے ببر پنجاب فاتح امرتسر کا خطاب

مرحمت فرمایا تھا۔" (رسالہ مذکور بابت جولائی ۳۸ء ص ۲۶)
مگر جناب یہ تو فرمائیے کہ آپ کو اس مناظرہ کے بعد اس علاقہ کے لوگ مولوی قطب الدین ببر اسلام فاتح امرتسر کیوں نہیں کہنے لگے

تمثیل ہمارے علاقہ میں بعض صحیح الدماغ ایسے ملتے ہیں جو اپنے نام نامی کے ساتھ یہ الفاظ لکھا کرتے ہیں:۔
"فاتح کانگرس، فاتح اخبار زمیندار، فاتح اخبار پرتاپ، فاتح اخبار ملاپ، فاتح اخبار مدینہ۔" اور اخیر میں اس خاکسار پر نظر عنایت فرمانے کو "فاتح ثناء اللہ" بھی لکھا کرتے ہیں۔ اور کبھی زیادہ ترقی کر کے امیر ملت و امام وقت بھی بن جاتے ہیں:
ہم سمجھتے تھے کہ وہ اس دماغ کے اکیلے بزرگ ہیں جو بغیر فتح کے فاتح کہلانے کے شائق ہیں۔ مگر مولوی قطب الدین صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ بزرگ اکیلے نہیں بلکہ اُن کے ساتھ ایک اور صاحب بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں افسوس ہے۔ کیوں؟

ایک سے جب دو ہوئے تو لطف یکتائی نہیں

دفع افترا افترا کرنے کی ابتدا خدا جانے کب سے ہوئی ہے۔ قرآن مجید نے اس سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔
وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ؕ یعنی کسی شخص یا جماعت کو ناکردہ گناہ پر تکلیف دینے والے اپنے ذمے بڑا بوجھ اٹھاتے ہیں۔
چاہیئے تو یہ تھا کہ مومن بالقرآن ہر وقت اس آیت شریفہ کو اپنے سامنے رکھ کر افترا کرنے اور بہتان لگانے سے باز رہتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ گو مومن بالقرآن اس ارشاد خداوندی کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تو ہمیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ہمارے مخاطب بھی اس عیب سے بری نہیں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ
ندا غیر اللہ جائز ہے۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ کو دور دراز کے شاعروں نے ندا کی ہے: اہل توحید کی تردید میں آپ لکھتے ہیں:۔

"اگر جواب میں کوئی ان سے کہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو یا ساریۃ سے آواز دیا تھا اور حضرت ساریہ اس روز ایران کے صوبۂ فارس کے شہر نہاوند میں مصروف پیکار آنکھوں سے بعد مراحل اوجھل تھے۔
یا ان سے کہا جائے کہ حدیث شریف میں یا عباد اللہ اعینونی آیا ہے تو سنتے ہی جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ عمر مسئلہ طلاق اور مسئلہ تراویح میں بدعتی ہے۔ ہم اس کی نہیں مانتے اور حدیث ضعیف ہے قابل سماعت نہیں۔ استغفر اللہ اس وقت ان کے حواشی قلوب سے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اور ما راٰہ المؤمنون حسنًا فھو عند اللہ حسن اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ وغیرہا احادیث عناد نبوی سے لعوسہو اور مسخ و فسخ ہو جاتی ہیں۔ اور جان بوجھ کر اپنی ضد اور ہٹ کی پوجا کرتے ہیں۔"

(انوار الصوفیہ بابت جولائی ۱۹۳۸ء ص ۲۸/۲۹)

سبحان اللہ کیا ہی علم وفضل اور عدل وانصاف ہے۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ جن شاعروں نے دور سے ندا کی ہے اُن کی ندا بذریعہ چٹھی منادیٰ کو پہنچ گئی اور بس۔ گویا وہ قریب سے بلاتے ہیں اور مخاطب سنتا ہے۔ لیکن جن کو تم لوگ پکارتے ہو اُن کی شان میں تو یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ؕ (وہ انکی پکار سے بے خبر ہیں) اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ (اگر تم ان کو بلاؤ وہ تمہاری دعا نہیں سنتے)
اور سنئے!
وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ۔ (اگر سن پائیں تو تمہاری مراد نہیں دے سکتے۔)
اور سنئے!
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ (قیامت کے روز وہ تمہارے افعال شرکیہ سے انکار کر دینگے کہ ہم نے ان کو نہیں کہا تھا۔)

نوٹ کر لیں امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ واکرم کو بدعتی

کہنے والا خود بدعتی ہے۔

یاعباد اللہ اعینونی کا جواب اس رسالے کے پہلے حصے میں آچکا ہے۔

رہی روایت ساریہ والی تو پہلے اس کو بحکم ثبت العرش ثم النقش صحیح ثابت کیجئے پھر پیش کر کے ہم سے جواب لیجئے۔

ما راٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن[1] گو حدیث مرفوع نہیں مگر اپنے معنی میں صحیح ہے۔ کیونکہ مؤمنون جمع کا صیغہ ہے اور الف لام استغراقی ہے۔ اس کا مضمون نہ کبھی واقعہ ہؤا اور نہ ہوگا۔

دوسری روایت لا تجتمع امتی[2] بھی اسی مضمون کی ہے جو کبھی واقع نہیں ہؤا۔ چنانچہ امام احمد صاحب المذہب کا قول ہے:-

من ادّعی الاجماع فھو کاذب۔ (اعلام الموقعین)

پس آیندہ کو اہل توحید کے مقابلہ میں جو مضمون لکھیں تو ہمارا مشورہ ہے کہ پہلے اُسے اپنے بزرگ شیخ الجامعہ بہاول پور کو دکھا لیا کریں ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اطلاع عام

ناظرین سے التماس ہے کہ وہ
اہل توحید کے خلاف اگر کوئی کتاب کہیں دیکھیں
تو اسے دفتر "اہلحدیث" میں ارسال کر دیں
تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔
اور اس رسالے کو خود پڑھ کر دوسرے
فرزندان توحید کو بھی پڑھا دیں۔ پھر وہ آگے اور
وہ آگے۔ علیٰ ہذا القیاس

---

[1] جس بات کو سارے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔
[2] یعنی ساری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

فہرست دیگر تصانیف موجودہ دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر

در تردید آریہ مشن

- حق پرکاش - قیمت ۱۲ر
- الہامی کتاب - ۱۲
- ترک اسلام بجواب ترک اسلام ۹ر
- کتاب الرحمٰن ویدبے قرآن ۹ر
- مقدس رسولؐ - ۹ر
- ثمرات تناسخ - ۴ر
- بحث تناسخ ۳ر
- جہادِ وید ۳ر
- نکاح آریہ ۳ر
- نماز اربعہ ۳ر
- اصول آریہ ۲ر
- حضرت محمد رشی ۲ر
- ذلقرآن العظیم ۲ر
- ہندوستان کے دو ریفارمر ۲ر
- حدوثِ وید ۱۰ر
- الہام ۱۰ر
- شادی بیوگاں اور نیوگ ۱۰ر
- سوامی دیانند کا علم وعقل ۱۰ر

در تردید قادیانی مشن

- الہامات مرزا ۹ر
- علم کلام مرزا ۸ر
- تاریخ مرزا ۶ر
- فتح ربانی ۶ر
- بہاء اللہ اور میرزا ۶ر
- فاتح قادیان ۶ر
- فیصلہ مرزا (عربی واردو) ۴ر
- تعلیمات مرزا مع جواب الجواب ۶ر
- نکاح مرزا جدید اڈیشن مع اضافہ ۳ر
- نکات مرزا ۳ر
- عجائبات مرزا ۳ر
- مراق مرزا ۲ر
- محمد قادیانی ۲ر
- فسخ نکاح مرزائیاں ۱۰ر
- شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۱۰ر
- چیستان مرزا ۱ر

- شہادات مرزا ۳ر
- عقائد مرزا ۱ر

اہل حدیث مشن

- اہل حدیث کا مذہب ۶ر
- اجتہاد تقلید ۶ر
- تقلید شخصی وسلفی ۵ر
- تنقید تقلید ۵ر
- فتوحات اہل حدیث ۴ر
- حدیث نبوی اور تقلید شخصی ۵ر
- فقہ اور فقیہ ۳ر
- آمین رفعیدین ۲ر
- علم الفقہ ۱۰ر

در تردید عیسائی مشن

- تقابل ثلاثہ ۱۲ر
- جوابات نصاریٰ ۸ر
- توحید وتثلیث ۳ر
- عصمت النبی ۳ر

عام اسلامی

- ثنائی پاکٹ بک مجلد ۶ر
- الفوز العظیم ۴ر